محرم الحرام ۱۴۲۳ھ

عالمی مجلس تحفظ ختم نبوت کا ترجمان

ماہنامہ

انٹرنیشنل

لولاک

شمارہ ۱ جلد ۶/۳۹

اپریل سنہ ۲۰۰۲ء

خدائی فیصلہ دینی مدارس پہلے نمونہ پیش کیجیے

قبر کی دہشت ناک وادی

ماہ محرم الحرام اور عوام کا شعور

اکھنڈ بھارت اور قادیانی

دین اسلام کی ترویج و اشاعت میں خانقاہی نظام کا حصہ

عالمی مجلس تحفظ ختم نبوت کا ترجمان

ماہنامہ

لولاک

انٹرنیشنل

ملتان

شمارہ نمبر ۱ جلد نمبر ۳۹/۶ قیمت فی شمارہ ۱۰ روپے

بانی

مجاہد ختم نبوۃ حضرت مولانا تاج محمود رحمۃ اللہ علیہ

زیر سرپرستی

خواجہ خواجگان حضرت مولانا خان محمد مدظلہ

پیر طریقت حضرت مولانا شاہ نفیس الحسینی مدظلہ

سالانہ ۱۰۰ روپے بیرون ملک ۱۰۰۰ روپے پاکستانی

نگران اعلیٰ: حضرت مولانا عزیز الرحمن جالندھری

نگران: حضرت مولانا اللہ وسایا

چیف ایڈیٹر: صاحبزادہ طارق محمود

سب ایڈیٹر: حافظ احمد عثمان شاہد ایڈووکیٹ

سرکولیشن منیجر: مولانا محمد طفیل جاوید

منیجر: قاری محمد حفیظ اللہ

بیاد

امیر شریعت سید عطاء اللہ شاہ بخاریؒ ○ مولانا قاضی احسان احمد شجاع آبادیؒ

مجاہد ملت مولانا محمد علی جالندھریؒ ○ مناظر اسلام مولانا لال حسین اخترؒ

فاتح قادیان حضرت مولانا محمد حیاتؒ ○ حضرت مولانا محمد یوسف بنوریؒ

شیخ الحدیث مولانا مفتی احمد الرحمنؒ ○ شیخ الحدیث حضرت مولانا محمد عبداللہؒ

حضرت مولانا عبدالرحمن میانویؒ ○ حضرت مولانا محمد شریف جالندھریؒ

حضرت مولانا محمد یوسف لدھیانویؒ ○ حضرت مولانا محمد شریف بہاولپوریؒ

مجلس منتظمہ

علامہ احمد میاں حمادی ○ مولانا صاحبزادہ عزیز احمد

مولانا بشیر احمد ○ مولانا مفتی جمیل خان

مولانا محمد اکرم طوفانی ○ مولانا خدا بخش شجاع آبادی

مولانا محمد اسماعیل شجاع آبادی ○ حافظ محمد یوسف عثمانی

مولانا احمد بخش ○ مولانا مفتی حفیظ الرحمن

مولانا محمد نذر عثمانی ○ مولانا غلام حسین

مولانا محمد اسحاق ساقی ○ مولانا غلام مصطفیٰ

مولانا فقیر اللہ اختر ○ مولانا محمد طیب فاروقی

مولانا قاضی احسان احمد مولانا محمد قاسم رحمانی چوہدری محمد اقبال

رابطہ، دفتر مرکزیہ عالمی مجلس تحفظ ختم نبوۃ حضوری باغ روڈ، ملتان، پاکستان

فون - ۵۱۴۱۲۲ فیکس - ۵۴۲۲۷۷

ناشر، صاحبزادہ طارق محمود، مطبع تشکیل نو پرنٹرز ملتان

مقام اشاعت، جامع مسجد ختم نبوۃ حضوری باغ روڈ ملتان

بسم اللہ الرحمن الرحیم

کلمتہ الیوم!

خدائی فیصلہ	اداریہ	3
دینی مدارس پہلے نمونہ پیش کیجئے	ادارہ	6
صدارت کے لئے ریفرنڈم	صاحبزادہ طارق محمود	9

مقالات ومضامین

ماہ محرم الحرام اور یوم عاشورہ	ادارہ	12
قبر کی وحشت ناک وادی	مولانا عبداللطیف مسعود	17
دین اسلام کی ترویج میں خانقاہی نظام کا حصہ	مرسلہ : مولانا محمد اسماعیل	22
حاصل مطالعہ	مولانا اللہ وسایا	28
اکابرین کا تقویٰ اور توکل	سید شمشاد حسین	31

ردقادیانیت

شناخت مجدد	پروفیسر یوسف سلیم چشتی	34
اکھنڈ بھارت اور قادیانی	صاحبزادہ طارق محمود	49
موت کی دلدل	حاجی اشتیاق احمد	52

متفرقات

جماعتی سرگرمیاں!	ادارہ	57
قافلہ آخرت	ادارہ	59
انا خاتم النبیین	ادارہ	64

بسم اللہ الرحمن الرحیم

کلمۃ الیوم!

خدائی فیصلہ!

وزارت خارجہ کے ترجمان عزیز احمد خان نے اس امر کی تردید کی ہے کہ حکومت توہین رسالت اور قادیانیوں کو غیر مسلم قرار دینے سے متعلق بنائے گئے قوانین میں کوئی ترمیم نہیں کرے گی اور نہ ہی آئینی دفعات کے حوالہ سے ایسی کوئی تجویز زیر غور ہے۔ 19 فروری کے اخبارات میں یہ خبر شہ سرخیوں سے شائع ہوئی تھی کہ امریکہ میں ایوان نمائندگان میں ایک قرارداد کے ذریعہ پاکستان سے مطالبہ کیا گیا ہے کہ وہ توہین رسالت اور قادیانیوں کو غیر مسلم قرار دینے کے قوانین کو ختم کرے۔ قرارداد صدر پرویز مشرف کے دورہ امریکہ کے دوران 14 فروری کو پیش کی گئی جو مزید غور کے لئے ایوان نمائندگان کی امور خارجہ کی کمیٹی کے سپرد کر دی گئی ہے۔ قرارداد میں کہا گیا ہے کہ انسانی حقوق کے بین الاقوامی معاہدہ کے آرٹیکل 18 کے تحت ہر کوئی انفرادی یا اجتماعی طور پر اپنا مذہب، اعتقاد یا آزادی بدل سکتا ہے۔ قرارداد میں بتایا گیا کہ پاکستان میں مذہب کی بنیاد پر امتیاز برتا جا رہا ہے۔

عوامی سطح پر تشویش اور بالخصوص دینی طبقے میں اضطراب کی جو لہر اٹھی تھی حکومتی تردید کے بعد قدرے اطمینان کا اظہار کیا جائے گا۔ عوامی جذبات اور خواہشات کے برعکس حکومت بیرونی دباؤ کے تحت جس عجلت میں فیصلے کر رہی ہے رائے عامہ کا اعتماد بری طرح مجروح ہو چکا ہے۔ دورہ امریکہ کے دوران جنرل پرویز مشرف سے سوال کیا گیا کہ وہ توہین رسالت کا قانون ختم کریں گے؟ اس پر صدر صاحب کا جواب تھا کہ انہوں نے پہلے ہی بہت سے محاذ کھول رکھے ہیں اس جواب سے دونوں طرح کا تاثر قائم کیا جا سکتا ہے۔ امریکہ کے ایوان نمائندگان کا مطالبہ نیا نہیں اور نہ ہی کوئی اچنبھے کی بات ہے۔ چند روز پہلے اقلیتی امور کے وفاقی وزیر ایس کے ٹریسلر نے پاکستان میں متعین امریکی سفیر وینڈی چیمبرلین کے حوالہ سے انکشاف کیا تھا کہ تحفظ ناموس رسالت ایکٹ اور قادیانیوں کو غیر مسلم قرار دیئے جانے والی آئینی ترمیم کا خاتمہ ان کی اولین ترجیحات میں شامل ہے۔ اکثر لوگوں کے لئے یہ بات باعث تعجب ہو گی کہ اقلیتی امور کے وفاقی وزیر مسیحی ہونے کے باوجود تحفظ ناموس رسالت قانون کے زبردست حامی ہیں۔ قانون کے غلط استعمال پر تحفظات کی بات ہر کسی کا بنیادی حق ہے۔ کسی بھی قانون کے غلط استعمال کا یہ مطلب ہرگز نہیں کہ قانون ہی ختم کر دیا جائے۔ مشرف حکومت گزشتہ برس توہین رسالت قانون کے حوالہ سے طبع آزمائی کر چکی ہے۔ بپھرے عوامی جذبات کے پیش نظر جاپان سے واپس آتے ہی اسلام آباد ائیرپورٹ پر صدر

مملکت نے اس قانون کو بحال رکھنے کا اعلان کیا تھا۔ اس تلخ تجربے کے بعد صدر پرویز مشرف کو وہی جواب دینا چاہیے تھا جو انہوں نے دورہ امریکہ کے دوران دیا تھا۔

تحفظ ناموس رسالت ایکٹ ہو یا قادیانیوں کو غیر مسلم اقلیت قرار دینے کی آئینی ترمیم ایک نظریاتی مملکت میں انہیں اس لحاظ سے خصوصی اہمیت اور حیثیت حاصل ہے کہ ان قوانین کو پارلیمنٹ کی تائید سے آئینی تحفظ حاصل ہے۔ قادیانیوں کو 1974ء میں اس وقت کی منتخب اسمبلی میں غیر مسلم قرار دیا گیا تھا۔ یہ بات واضح رہے کہ عوامی نمائندوں پر مشتمل قومی اسمبلی صحیح معانوں میں صاف شفاف انتخابات کے نتیجہ میں معرض وجود میں آئی تھی۔ یہ انتخابات منصفانہ 'غیر جانب دارانہ اس لئے بھی تھے کہ فوج کی نگرانی میں ہوئے تھے۔ بقول مفتی محمود مرحوم صدر جنرل یحییٰ خان کے اعمال نامہ میں یہ واحد نیکی تھی۔ قادیانی اس برسر اقتدار جماعت کے ہاتھوں غیر مسلم اقلیت قرار پائے جسے کامیاب کرانے کے لئے انتخابی مہم میں قادیانی جماعت نے نہ صرف نصرت جہاں فنڈ قائم کیا بلکہ اپنے کارکن دے کر افرادی قوت بھی مہیا کی۔ قادیانی جماعت کے رہنماؤں نے تمام سیاسی جماعتوں کو چھوڑ کر پیپلز پارٹی کا ساتھ اس لئے دیا تھا کہ اس جماعت کا منشور 'طرز عمل 'طریق کار قائدین کا سیکولرازم قادیانی جماعت کے مستقبل کی ضمانت تھا۔ اس کردار سے اندازہ لگایا جا سکتا ہے کہ مذہبی جماعت ہونے کی دعویدار "جماعت احمدیہ" سیکولرازم کے ساتھ کیونکر منسلک ہوئی؟ قادیانیوں کو ملاؤں نے غیر مسلم اقلیت قرار نہیں دیا تھا سابق وزیر اعظم ذوالفقار علی بھٹو سے بڑا لبرل کون ہوگا۔ وہ کسی مدرسہ کے فارغ التحصیل نہ تھے بلکہ مغربی فیض یافتہ تھے۔ عبدالحفیظ پیرزادہ کے علاوہ جناب ولی خان' جناب بزنجو جیسے سیاسی رہنماؤں کی لادینیت ڈھکی چھپی نہیں لیکن قادیانیوں کو غیر مسلم قرار دینے میں وہ سب ایک ہی صف میں شامل تھے۔ یہ بھی نہیں کہا جا سکتا کہ قادیانیوں کے خلاف جذباتی فیصلہ دیا گیا اور انہیں راتوں رات مسلمانوں کی صفوں سے نکال باہر کیا گیا۔ قادیانی جماعت کے سربراہ مرزا ناصر کو قومی اسمبلی کے فورم پر مکمل صفائی کا موقع دیا گیا۔ ان پر جرح کرنے والے مولانا مفتی محمود' مولانا شاہ احمد نورانی' مولانا غلام غوث ہزاروی' مولانا مصطفیٰ الازہری کے بجائے سوٹ بوٹ اور بجاد پرستی کی کوئی سی علامت نہ رکھنے والے یحییٰ بختیار (اٹارنی جنرل) خدا تعالیٰ کی شان نیازی کہ ان کا انتخاب بھی قادیانیت ذریت کی اپنی پسند تھی۔

قادیانیوں کے کفر کا جو فیصلہ عوامی نمائندگان کے ایوان میں کیا گیا۔ وفاقی شرعی عدالت' سپریم کورٹ' ہائی کورٹ' اندرون و بیرون ملک کی عدالتوں نے قادیانیوں کے کفر پر مہر تصدیق ثبت کی۔ ان کے مذہب کو اسلام سے متصادم قرار دیا اور انہیں مسلمانوں کے متوازی علیحدہ قوم قرار دیا۔ "جماعت احمدیہ" کے بانی مرزا غلام احمد قادیانی کو جھوٹا' دغاباز' اور بے ایمان قرار دیا۔ اب تک قادیانی مسئلہ کو محض جنونی ملاؤں کا مسئلہ قرار دیا جاتا رہا۔

قادیانیوں کے بارے میں ماریشش اور جنوبی افریقہ کی اعلیٰ عدالتوں کے فیصلے اس لحاظ سے غیر معمولی اہمیت کے حامل ہیں کہ ان عدالتوں کے بارے میں کوئی منفی رائے قائم نہیں کی جاسکتی۔ پاکستان کی طرح بے شمار دیگر اسلامی ممالک' شام' مصر' متحدہ عرب امارات' سعودی عرب' ملائشیا' افغانستان اور گیمبیا کی حکومتوں نے قادیانیوں کو غیر مسلم قرار دیا ہے۔ امریکی ایوان نمائندگان ہماری رائے عامہ' پارلیمنٹ' عدلیہ' کس پر اعتماد کرسکتے ہیں ؟۔ اسلامی دنیا کا حوالہ ہم اس لئے نہیں دینا چاہتے کہ حکمران طبقہ کی اپنی اپنی مصلحتیں ہیں ورنہ عالم اسلام کے تمام مسلمان قادیانیوں کو مسلم برادری سے خارج سمجھتے ہیں۔ امریکی ایوان نمائندگان اگر جمہوری انداز اور پارلیمانی روایات کے فروغ کے حقیقی خیر خواہ ہیں جیسا کہ حالیہ دورہ امریکہ کے دوران امریکی امداد کو جمہوری حکومت کے قیام سے مشروط کیا گیا ہے۔ اگر امریکی کانگریس جمہوری اداروں کی آزادی اور استحکام کی قائل ہے تو پھر انہیں توہین رسالت اور قادیانیوں کو غیر مسلم قرار دیئے جانے والے قوانین کی منسوخی کے لئے ایک غیر نمائندہ حکومت سے مطالبہ کرنے کا کوئی حق نہیں۔ یہ قانون پارلیمنٹ نے بنائے تھے اور ان پر پارلیمنٹ میں ہی غور و خوض ہوسکتا ہے۔ یہ بات محل نظر رہے کہ ایسی تاریخی آئینی ترمیم پر غیر جانبدارانہ کرائے گئے انتخابات کے نتیجہ میں وجود پانے والی اسمبلی کو ہی غور کرنا ہوگا کیونکہ یہ عقیدہ اور عقیدت کا مسئلہ ہے۔ معمولی مسئلہ نہیں۔

امریکی وزارت خارجہ نے گزشتہ چند برسوں سے انسانی حقوق کے حوالے پاکستان کی اقلیتوں خصوصاً قادیانیوں اور مسیحیوں کی حمایت میں یہ وطیرہ اختیار کر رکھا ہے کہ پاکستان میں ان کے ساتھ امتیازی سلوک روا رکھ کر ان کے بنیادی حقوق پامال کئے جارہے ہیں۔ دو سال قبل کانگریس کمیٹی نے سفارش کی تھی کہ پاکستان سمیت ایسے تمام ممالک کی امداد بند کی جائے جو اقلیتوں کو تحفظ اور مکمل آزادی فراہم نہیں کرتے۔ رپورٹ میں پاکستان کے علاوہ سعودی عرب' ایران' افغانستان' انڈونیشیا کو شامل کیا گیا تھا۔ امریکی رپورٹ کا مضحکہ خیز پہلو یہ کہ سعودی عرب میں قادیانیوں کا بوجہ غیر مسلم ہونے کے داخلہ ممنوع ہے۔ جب قادیانی افراد وہاں جا ہی نہیں سکتے تو پھر سعودی عرب میں ان پر ظلم و ستم کیسا؟ اور ان کے بنیادی حقوق کس طرح معطل ہوئے ؟ آرٹیکل 18 کے تحت امریکہ جس آزادی کا مطالبہ کر رہا ہے کل کلاں حرمین شریفین میں غیر مسلم کے داخلہ کے حوالے سے انہیں مستثنیٰ قرار دینے کا مطالبہ بھی کیا جاسکتا ہے۔ خدا نہ کرے کہ یہ مطالبہ مقامات مقدسہ میں مستقبل کی مداخلت کا شاخسانہ ہو۔

قادیانیوں کو غیر مسلم قرار دینے کا ایک پس منظر یہ بھی ہے کہ قادیانی گروہ ان تمام مسلمانوں کو جن کا تعلق خواہ کسی ملک یا مکتبہ فکر سے ہو کافر سمجھتا ہے جو ان کی جماعت کے بانی مرزا غلام احمد قادیانی کو نہیں مانتے۔ یہ

ان کا عقیدہ اور ایمان ہے۔ چوہدری ظفر اللہ خان نے بانی پاکستان محمد علی جناح کی نماز جنازہ نہ پڑھ کر اپنے عقیدے کا عملی مظاہرہ کیا تھا۔ قادیانیوں کو کافر قرار دینے کی آئینی ترمیم کی منسوخی در حقیقت قادیانی عقیدے کی تصدیق کرنے کے مترادف ہوگی۔ قادیانیوں کو دوبارہ مسلمانوں کی صفوں میں شامل کرنے کا مطلب دنیا میں پھیلے لاکھوں کروڑوں مسلمانوں کے ایمان کی تکذیب ہے۔ قادیانیوں کے کفر کا فیصلہ خدائی تھا ورنہ بھٹو صاحب اور ان کی سیکولر پارٹی کے ہاتھوں وہ غیر مسلم قرار نہ پاتے۔ اب اس فیصلے کی تبدیلی کی سوچ بھی حماقت ہوگی۔

دینی مدارس پہلے نمونہ پیش کیجئے!

گزشتہ ماہ دینی مدارس سے تعلق رکھنے والی تنظیموں کے مقتدر رہنماؤں کے ایک وفد نے صدر مملکت جنرل پرویز مشرف سے ملاقات کی اور حسب ذیل مطالبات پیش کئے:

1............ مدارس کی رجسٹریشن کو سوسائٹی ایکٹ کے تحت بحال کیا جائے جو 1994ء میں بے نظیر دور سے عائد ہے۔ مساجد کی رجسٹریشن پر بھی پابندی تھی جو اب اٹھا دی گئی ہے۔ حکومت نے اس وقت جو رجسٹریشن کا فارمولا دیا ہے کہ ایک ہزار طلباء جہاں ہوں اسے وفاقی حکومت رجسٹر کرے اور جہاں سو یا اس سے زیادہ طلباء ہوں اسے صوبائی حکومت اور جہاں سو سے کم ہوں اسے ضلعی حکومت رجسٹر کرے وہ معقول نہیں ہے۔ لہذا اسے ترک کیا جائے اور ہر سال تجدید کی پابندی ختم کی جائے۔

2............ مدارس کو مطلقاً نشانہ نہ بنایا جائے بلکہ جو اشخاص دہشت گردی میں ملوث ہیں انہیں پکڑا جائے اور انہی کا نام لیا جائے۔

3............ بیرونی طلباء جو پاکستان میں تبلیغی جماعت یا دوسرے لوگوں کے ساتھ آجاتے ہیں پھر انہیں علم حاصل کرنے کا شوق پیدا ہو جاتا ہے انہیں ویزے لینے کے لئے ان کے ملکوں میں واپس نہ بھیجا جائے بلکہ پانچ دینی تنظیمات کی ضمانت پر ویزا دینے کی اجازت دی جائے۔ متعلقہ وزارت انہیں ان کے ملکوں میں واپس نہ بھیجے بلکہ یہیں سے ان ملکوں میں اپنے سفارت خانوں سے رابطہ کر کے ویزے جاری کئے جائیں۔ بیرونی طلباء کے معاملہ کو کسی ایک وزارت کے سپرد کیا جائے اور انہیں سہولتیں دی جائیں۔

4............ ہماری تمام سندات کا معادلہ کیا جائے۔

5............ مدرسہ ایجوکیشن بورڈ اور ماڈل دینی مدارس کے آرڈیننس کا اثر دوسری تنظیمات پر نہ پڑے اور اس آرڈیننس میں جو بعض جگہ ابہام ہیں انہیں رفع کرنے کے لئے ہماری تجویز کردہ وزارت کے افراد پر مشتمل

کمیٹی بنائی جائے۔

چند روز پہلے وفاقی وزیر داخلہ معین الدین حیدر نے کراچی میں جامعہ بنوری ٹاؤن کا دورہ کیا۔ اس سے قبل صدر مملکت جنرل پرویز مشرف نے لاہور کے دو اہم دینی اداروں کا دورہ کیا اور اس امر کا اعلان کیا کہ حکومت دینی مدارس کو کنٹرول نہیں کرنا چاہتی۔ انہوں نے پاکستان کو جدید اسلامی ریاست بنانے کے عزم کا اظہار بھی کیا۔ دینی مدارس کے حوالے سے دینی طبقوں میں مسلسل بے چینی اور اضطراب پایا جاتا ہے۔ حکومت نے دینی مدارس کو کنٹرول کرنے 'نصاب اور نظام تعلیم میں مداخلت کرنے کے علاوہ گزشتہ ماہ ملک بھر میں وسیع پیمانے پر کریک ڈاؤن کر کے اس کا عملی ثبوت فراہم کیا ہے۔ اخبارات میں تواتر سے یہ خبریں شائع ہوتی رہیں کہ امریکہ نے دینی اداروں کی مانیٹرنگ کے لئے 9 کروڑ ڈالر مختص کیے ہیں۔ بے نظیر بھٹو اور میاں محمد نواز شریف کے دور حکومت میں بھی دینی مدارس کو کنٹرول کرنے سے متعلق سرکاری سطح پر سرگرمیاں دیکھنے میں آتی رہیں مگر رائے عامہ اور عوامی احتساب کے خوف کے باعث وہ حکومتیں کوئی مستحکم قدم نہ اٹھا سکیں۔ اس میں شک نہیں کہ ہمارے دینی مدارس کو کنٹرول کرنے سے متعلق بیرونی دباؤ بدستور موجود رہا کیونکہ ان دینی اداروں کو عقیدہ جہاد کی ترسریاں سمجھا جاتا رہا۔ چنانچہ جہادی فکر کو چھیننے کے لئے پہلے مرحلے میں ان دینی اداروں کی خود مختاری کو ختم کرنا ضروری سمجھا گیا۔ جہادی تنظیموں' دینی جماعتوں کے خلاف حکومتی کریک ڈاؤن ٹھیک اس وقت کیا گیا جب امریکہ نے طالبان کی حکومت کو ختم کرنے کے لئے نہ صرف جارحیت کا ارتکاب کیا بلکہ ظلم و ستم اور بربریت کی انتہا کر دی۔

دینی مدارس استعمار اور طاغوتی قوتوں کو ہمیشہ کھٹکتے رہے۔ انگریز نے برصغیر پاک وہند پر قبضہ کرتے ہی مدارس کو ختم کیا اور اوقاف کو اپنی تحویل میں لے لیا۔ اسی مخدوش صورتحال کے پیش نظر علمائے حق نے مدارس کے لئے ایک نیا نظام وضع کیا جو دارالعلوم دیوبند کی شکل میں سامنے آیا۔ جسے عوامی اعانت اور چندے کے ذریعہ چلانے کا طریقہ اختیار کیا گیا۔ اس نظام کے تحت تقسیم سے پہلے صرف چند مدارس جاری تھے۔ جن میں دارالعلوم دیوبند' مدارس رامپور' اجمیر شریف' مدرسہ اسلامیہ ڈابھیل' مدرسہ امینیہ' مدرسہ رضویہ رائے بریلی' مدرسہ غزنویہ' امرتسر وغیرہ نمایاں تھے۔ ان سب میں دارالعلوم دیوبند' مدرسہ رضویہ رائے بریلی اور مدارس اہل حدیث دہلی سرفہرست تھے۔ ان مدارس سے نامور شخصیات پیدا ہوئیں وہ علم و فضل کے ماہتاب بن کر ابھرے اور برصغیر پاک وہند کے علاوہ دور دور تک علم کی روشنی پھیلائی۔ این جی اوز کے بغیر چلائے گئے ان مدارس کی کارکردگی اور خدمات ناقابل فراموش نہیں۔ ان دینی مدارس نے نہ صرف ہونہار شاگرد پیدا کئے بلکہ نابغہ روزگار اساتذہ کی صورت میں ایسے علماء وفضلا تیار کئے جن کی دینی' علمی خدمات کو مدتوں یاد رکھا جائے گا۔ مولانا محمد قاسم نانوتویؒ' مولانا رشید احمد گنگوہیؒ'

شیخ الہند مولانا محمود الحسنؒ' سبحان ہند مولانا احمد سعید دہلویؒ' مولانا محمد اشرف علی تھانویؒ' مولانا حسین احمد مدنیؒ' مولانا انور شاہ کشمیریؒ' مولانا شبیر احمد عثمانیؒ' مولانا نعیم الدین مراد آبادیؒ نے دینی علوم کی نشرواشاعت' ترقی وترویج میں تاریخ ساز کردار ادا کیا۔ قطب عالم شیخ العرب والعجم شاہ امداد اللہ مہاجر مکیؒ ہندوستان میں دعوت وعزیمت اور تحریک دین کے موسس وبانی تھے۔ یہ انہی کے اشکوں میں ڈوبی سحر گاہی دعاؤں اور عملی جدوجہد کا ثمر تھا کہ پاک وہند میں دین کی عظمت کا پھریرا لہرا گیا۔ قیام پاکستان کے بعد مدارس کے قیام میں بتدریج پیش رفت ہوتی رہی۔ حفظ وناظرہ' قرآن کی تفسیر' دورہ حدیث' فقہ منطق وغیرہ سارے علوم کے لئے جگہ جگہ مدارس قائم ہوئے۔ اس طرح پورے ملک میں دینی مدارس کا جال بچھ گیا۔ مدارس دینیہ تنظیموں کے تحت منظم ہوگئے۔ وفاق المدارس (دیوبندی) تنظیم المدارس (بریلوی) وفاق المدارس الشیعہ (اہل تشیع) وفاق المدارس السلفیہ (اہل حدیث) اور رابطۃ المدارس پاکستان وجود میں آگئیں۔ دینی مدارس اپنی مدد آپ کے تحت چلتے رہے۔ حکومتی سطح پر کوئی خاص سرپرستی یا تعاون دیکھنے میں نہیں آیا۔ جنرل محمد ضیاء الحق کے دور میں اسلامائزیشن کے عمل کے لئے بعض اقدامات کئے گئے۔ وفاقی شرعی عدالت' سپریم کورٹ' اپیلٹ بنچ قائم کیں۔ اسلامی نظریاتی کونسل نے اسلامی نظام تعلیم کے لئے سفارشات مرتب کیں۔ دینی مدارس کی تنظیموں کے وجود کو تسلیم کیا گیا۔ مدارس کی جاری کردہ اسناد کو منظور کیا گیا۔ ان کے لئے مدت تعلیم' نصاب اور قواعد وضوابط تجویز کئے گئے۔ جنرل محمد ضیاء الحق دس سال مسلسل روس کے خلاف افغانستان کے جہاد میں عملاً مصروف رہے۔ اگر انہیں کچھ مدت اور مل جاتی تو وہ یقیناً دینی مدارس کی اصلاح احوال کے ضمن میں مثبت قابل عمل خدمات سرانجام دیتے۔ اسلامی ذہن رکھنے کے باعث ان پر اعتماد بھی کیا جاسکتا تھا اور مرحوم دینی تعلیمات کے فروغ اور اسلامی اقدار کے تحفظ کے لئے پر خلوص تھے۔ افسوس کہ ضیاء الحق کی شہادت کے بعد اسلامی نظریاتی کونسل کی سفارشات کو سرد خانے کی نذر کردیا گیا۔ ضیاء الحق مرحوم کے دور میں ایک سفارش یہ بھی کی گئی تھی کہ حکومت خود دینی مدارس قائم کرے اور انہیں چلانے کے لئے مدرسہ ایجوکیشن بورڈ قائم کرے۔ افسوس کہ ان کے بعد اسلامائزیشن کے سارے عمل پر پانی پھیر دیا گیا۔ بلکہ بعد میں جو حکومتیں آئیں انہوں نے دینی مدارس کے بارے میں سرکاری پالیسی کی بجائے بیرونی دباؤ کے تحت جاری شدہ پالیسی کو اختیار کیا۔ بے نظیر اور نواز شریف دونوں کے ادوار میں دینی مدارس کو کنٹرول کرنے کی پالیسی اختیار کی گئی تھی۔

پرویز حکومت دینی مدارس کو قومی دھارے میں شامل کرنے کا عزم رکھتی ہے۔ اس میں شک نہیں کہ دینی مدارس کے حوالے سے اصلاح کی ضرورت ہے لیکن اصلاح کی آڑ میں جو طریقہ کار اور طرز عمل اختیار کیا جارہا ہے اس سے اصلاح کی بجائے بگاڑ کا احتمال ہے۔ اصلاح کی صورت میں حکومت جیسے ماڈل دینی مدارس چاہتی ہے کیا ہی

بقیہ: صفحہ 16 پر

صاحبزادہ طارق محمود

صدارت کیلئے ریفرنڈم؟

برطانوی جریدے ٹائمز کو انٹرویو دیتے ہوئے صدر مملکت جنرل پرویز مشرف نے کہا ہے کہ ملکی مستقبل اور جمہوریت کے لئے ان کی صدارت اہم ہے۔ آئندہ پانچ برس کے لئے وہ صدارت کے عہدہ پر فائز رہنا چاہتے ہیں۔ انہوں نے کہا کہ جنگ کے خطرے کے باوجود اسلامی انتہاپسندی کے خاتمہ اور جمہوریت کی بحالی کا پروگرام متاثر نہیں ہوگا۔ ٹائمز کی اطلاع کے مطابق مشرف حکومت کا شعبہ قانون آئینی طریقہ تلاش کررہا ہے۔ برطانوی اخبار کی رائے کے مطابق صدر پرویز ریفرنڈم کراسکتے ہیں۔

جنرل پرویز مشرف نے اپنی صدا۔۔۔رت کے لئے ریفرنڈم کروایا تو وہ بلاشبہ تاریخ ساز ہوگا۔ پاک بھارت سرحدوں پر کشیدگی کے باوجود اسلامی انتہاپسندی کا خاتمہ اور جمہوریت کی بحالی صدر مملکت کے اعصاب پر سوار ہیں۔ اسلام اعتدال کا مذہب ہے۔ اس میں انتہاپسندی کا کوئی تصور نہیں۔ اسلامی انتہاپسندی کی اصطلاح مناسب نہیں۔ منتخب حکومت ختم کر کے کسی کے اقتدار پر قبضہ کرنا کونسی رواداری ہے؟۔ کیا یہ انتہاپسندی نہیں؟۔ جمہوریت کی بحالی کو اپنی ذات سے منسوب کر کے 5 سال کی صدارت حاصل کرنا جمہوریت کی بحالی ہے یا پامالی...... یہ تو آنے والا وقت ہی بتائے گا۔ اب دیکھنا یہ ہے کہ ریفرنڈم کی نوعیت کیا ہوگی؟۔

سابق صدر جنرل ضیاء الحق نے بھی اپنے دور میں ایک ریفرنڈم کروایا تھا جو اسلام کے نام پر تھا۔ تب اسلام کی اشد ضرورت تھی۔ اسلام سے مراد جنرل ضیاء الحق کی ذات تھی۔ لوگوں نے اسلام پر ووٹ نچھاور کردیئے۔ وہ ریفرنڈم اس قدر بابرکت ثابت ہوا کہ ریفرنڈم تو پانچ سال کے لئے تھا البتہ ضیاء الحق نے حکومت گیارہ سال کی۔ اس ریفرنڈم میں بچوں سے لے کر فوت شدگان تک سب نے حق رائے دہی خوب استعمال کیا تھا۔ راقم کی عادت رہی کہ ہر الیکشن میں ووٹ آخری وقت ڈالتا ہوں۔ ضیاء الحق کے ریفرنڈم میں ووٹ ڈالنے کی سعادت اس طرح حاصل ہوئی کہ بندہ جب پولنگ اسٹیشن پہنچا تو معلوم ہوا کہ میرا ووٹ تو اسلام پر فدا ہو چکا ہے۔ مجھے افسردہ دیکھ کر پولنگ آفیسر نے بااعتماد انداز میں کہا کہ گھبرانے کی ضرورت نہیں اس کے باوجود آپ ووٹ ڈال سکتے ہیں۔ یہ کہتے ہوئے انہوں نے بیلٹ پیپر میرے ہاتھ میں تھمادیا۔ اسی طرح ہم بھی ہاتھ کے انگوٹھے پر نیلی سیاہی لگوا کر شہیدوں میں

شامل ہو گئے۔ ضیاء الحق کے ریفرنڈم میں دلچسپ نظارے دیکھنے میں آئے۔ یہ پتہ نہیں کہ ریفرنڈم منصفانہ تھا کہ نہیں لیکن آزادانہ ضرور تھا۔ ایک شخص کو چھ چھ ووٹ دینے کی آزادی تھی۔ یہاں تک کہ عملہ کے افراد کو بھی پوری آزادی کے ساتھ بیلٹ بکس بھرنے کی آزادی تھی۔

اسلام کا لیبل تو جنرل ضیاء الحق استعمال کر چکے۔ جنرل پرویز مشرف کا ریفرنڈم اس لحاظ سے منفرد اور انوکھا ہوگا۔ نہ تو یہ اسلام کے نام پر ہوگا۔ نہ قرآن و سنت کے حوالے سے ہوگا۔ نہ خلافت راشدہ کے نام پر ہوگا اور نہ ہی جہاد کے نام پر ہوگا۔ مذہبی وابستگی سے قطع نظر جذباتیت کی جائے یہ سنجیدہ ریفرنڈم ہوگا۔ قیاس ہے کہ متوقع ریفرنڈم میں قوم سے مخلصانہ طور پر پوچھا جائے گا کہ اگر وہ ان مسائل پر متفق ہیں تو ہاں یا ناں میں جواب دے۔ ریفرنڈم کے عنوانات حسب ذیل ہو سکتے ہیں:

☆............کیا آپ چاہتے ہیں کہ ملک سے فرقہ وارانہ دہشت گردی ختم ہو۔

☆............کیا آپ چاہتے ہیں کہ ملک سے بدعنوانی، رشوت، لوٹ کھسوٹ کا خاتمہ ہو۔

☆............کیا آپ چاہتے ہیں کہ ملک سے غربت، افلاس، جہالت اور ناانصافی کا خاتمہ ہو۔

☆............کیا آپ چاہتے ہیں کہ کشمیر کا مسئلہ پرامن طور پر حل ہو۔

☆............کیا آپ چاہتے ہیں کہ ملک میں صحیح معانوں میں حقیقی جمہوریت قائم ہو۔

کوئی محب وطن شہری ان سے اختلاف کا تصور بھی نہیں کر سکتا۔ ان پر اتفاق کرنا ہی ریفرنڈم کی کامیابی کی ضمانت ہے۔ لہذا صدر پرویز مشرف آئندہ پانچ سال کے لئے پکے اور اس طرح پھر اندرون و بیرون ملک ہمارے آئینی صدر کے لئے مبارک بادوں کے ڈھیر لگ جائیں گے۔ جہاں تک اس ہونے والے ریفرنڈم میں ووٹ کے استعمال کے اوسط کا تعلق ہے۔ ایک ریکارڈ قائم ہوگا اور اس متوقع ریفرنڈم میں لوگ فرشتوں کو ووٹ ڈالتے دیکھیں گے۔

قانونی ماہرین آئینی راستہ تلاش کرنے کی تگ و دو میں ہیں۔ انہیں نہ صرف راستہ ہی نہیں بلکہ منزل بھی مل جائے گی۔ صدر مملکت اڑھائی برس سے برسر اقتدار ہیں۔ انہوں نے ایک منتخب حکومت کو چلتا کیا۔ سابقہ برسر اقتدار جماعت میں اپنا طبقہ فکر پیدا کیا۔ وہ چاہتے تو پی سی او کے ذریعہ توسیع کر کے بھی صدر رہ سکتے تھے۔ انہیں کوئی پوچھنے والا نہیں۔ طاقت اور دولت سے سبھی کام نکل جاتے ہیں۔ جنرل محمد ضیاء الحق اسلام کے نام پر گیارہ سال سیاہ و سفید کے مالک بن سکتے ہیں۔ تو جنرل پرویز مشرف جمہوریت اور ملک کی سلامتی کے حوالہ سے پانچ سال برسر اقتدار کیوں نہیں رہ سکتے؟۔ اب تو صدر مملکت خود کو پہلے سے زیادہ مضبوط خیال کرتے ہیں۔ عوام کی رائے

لے کر صدر صاحب تکلف سے کام لینا چاہتے ہیں۔ رہا مسئلہ دنیا کو منہ دکھانے کا اس کی بھی چنداں ضرورت نہیں جب دنیا کی بالادستی کا خواب شرمندہ تعبیر ہوتا دیکھنے والی طاقت کا دست شفقت سر پر ہو تو پھر مفلوک الحال بے نواؤں کی رائے کیا وزن رکھتی ہے؟۔

آئندہ پانچ سال کی صدارت کے لئے ٹائمز میں صدر پرویز مشرف کا انٹرویو اس وقت اخبارات کی زینت بنا ہے جب امریکی سنٹرل کمان کے کمانڈر انچیف جنرل ٹومی فرینکس پاکستان کے دورے پر ہیں۔ انہوں نے دھڑلے سے کہا ہے کہ پاکستان سے امریکی فوجی منتقل کریں گے اور نہ ہوائی اڈے خالی کریں گے۔ کراچی کا ہوائی اڈا جو قائد اعظم کے نام سے منسوب ہے اس کا ایک ٹرمینل تو امریکہ کے حوالے کر دیا گیا ہے۔ اخباری اطلاعات کے مطابق لاہور کا ہوائی اڈا بھی ایف بی آئی کے حوالے کرنے کا فیصلہ کر لیا گیا ہے۔ قائد اور اقبال دونوں کی روحیں یقیناً تڑپ رہی ہوں گی۔ سرحدوں پر کشیدہ صورت حال کے پیش نظر جنگ کے بادل منڈلا رہے ہیں۔ ہوائی اڈے امریکہ کی مٹھی میں ہیں۔ ایسے حالات میں ہمارے جنگی جہاز موٹروے یا جی ٹی روڈ پر ہی اتر سکیں گے۔

صدر مملکت نے قوم کو عندیہ دیا تھا کہ افغانستان میں امریکی کارروائی مختصر ہوگی لیکن اس کا قیام شب غم کی طرح طویل ہوتا گیا ہے۔ قوم سوچنے پر مجبور ہے کہ لاجسٹک سپورٹ پھیلتی پھیلتی کہاں تک پہنچ گئی ہے۔ صدر صاحب نے امریکہ کے لئے جس دریا دلی اور فیاضی کا مظاہرہ کیا ہے آئندہ پانچ سال کی صدارت اسی لاجسٹک سپورٹ کے بدلے میں انعام کی پہلی قسط ہے۔

بقیہ: شناخت مجدد

تو تم اس کی بھانجی عزت بی بی کو جو تمہارے گھر میں ہے طلاق دے دو۔ ورنہ میں تمہیں عاق کر دوں گا۔

میں پوچھتا ہوں کہ اس تمام ہنگامہ آرائی کی کیا ضرورت تھی جبکہ خدا تعالیٰ نے عرش پر نکاح باندھ دیا تھا؟۔ عجیب تماشا ہے کہ ایک طرف تو مرزا قادیانی مخالفین سے یہ کہتے جاتے ہیں کہ نفس پیشگوئی محمدی بیگم کا میرے نکاح میں آنا اور نمبر دو اس کے خاوند کا ڈھائی سال کے عرصہ میں مر جانا یہ تقدیر مبرم ہے جو ٹل نہیں سکتی اور دوسری طرف اس کے پوری کرنے کے لئے ایڑی چوٹی کا زور لگا رہے ہیں جو کام انسان اپنی کوشش سے سر انجام دیتا ہے اس کے متعلق غیر کو یہ یقین کس طرح ہو سکتا ہے کہ وہ کسی پیشگوئی پر مبنی تھا؟ مثلاً میں آج یہ پیشگوئی کروں کہ زید کل مر جائے گا اور دوسرے دن خود اسے پستول کا نشانہ بنا دوں تو کون سا عقلمند یہ کہنے کے لئے تیار ہوگا کہ واقعی میں مامور من اللہ اور مجدد و صدی چہارم ہوں۔ جاری ہے!

ادارہ

ماہ محرم الحرام اور یوم عاشورہ

محرم کے معنی معزز اور محترم کے ہیں۔ جن مہینوں کے بارے میں اللہ رب العزت نے قرآن کریم میں معزز اور محترم ہونے کا اعلان فرمایا ہے وہ چار ہیں: ”منها اربعة حرم · سورة توبه“

عظمت والے چار مہینے

عظمت و حرمت والے یہ چار مہینے درج ذیل ہیں:

۱.......... محرم الحرام۔ ۲.......... رجب المرجب۔ ۳.......... ذی قعدہ۔ ۴.......... ذی الحجہ۔

زمانہ جاہلیت میں بھی اہل عرب ان مہینوں کی تعظیم کرتے تھے۔ ظہور اسلام کے بعد ان مہینوں کی حرمت و عظمت اور زیادہ ہوگئی۔ مسلم شریف کی ایک روایت میں ماہ محرم کو شہر اللہ (اللہ تعالیٰ کا مہینہ) بتلایا گیا ہے۔ سرکار دو عالم ﷺ نے فرمایا: ”افضل الصيام بعد رمضان شهر الله المحرم · “رمضان المبارک کے بعد سب مہینوں سے افضل محرم الحرام ہے۔

یوم عاشورہ کے روزے کی فضیلت

حضرت عبداللہ بن عباسؓ سے روایت ہے کہ سرکار دو عالم ﷺ مکہ مکرمہ سے ہجرت کر کے مدینہ تشریف لائے تو یہود کو دیکھا کہ وہ عاشورہ کا روزہ رکھتے تھے۔ آپ ﷺ کے استفسار پر انہوں نے کہا کہ یہ متبرک اور معظم دن ہے۔ اسی دن اللہ تعالیٰ نے حضرت موسیٰ علیہ السلام اور بنی اسرائیل کو ان کے دشمنوں سے نجات دلائی تھی۔ سرکار دو عالم ﷺ نے فرمایا کہ تم سے زیادہ ہم موسیٰ علیہ السلام کو ماننے والے ہیں۔ چنانچہ سرکار دو عالم ﷺ نے اسی یوم کو روزہ رکھا اور رکھنے کا حکم دیا۔ چونکہ عاشورہ محرم کے روزہ کا اہتمام زیادہ تر یہود و نصاریٰ کرتے تھے اس لئے آنحضرت ﷺ نے آئندہ سال ایک روزہ کے اضافہ کا فیصلہ فرمایا تاکہ یہود سے تشبیہ بھی لازم نہ آئے اور ثواب میں بھی کوئی کمی نہ ہو۔ چنانچہ سرکار دو عالم ﷺ نے حکم فرمایا کہ عاشورہ کا روزہ ضرور رکھو مگر یہود سے امتیاز کے لئے ایک دن کا اضافہ کرلو۔ آگے یا پیچھے یعنی نویں اور دسویں محرم یا دسویں اور گیارہویں محرم۔

حضرت قتادہؓ سے مروی ہے کہ حضور ﷺ نے فرمایا کہ عرفہ کا روزہ روزہ دار کے لئے دو سال گناہوں کا کفارہ ہوتا ہے لیکن عاشورہ کا روزہ ایک سال کے گناہوں کا کفارہ ہوتا ہے۔

عاشورہ کے دن اپنے اہل وعیال پر فراخی کی فضیلت

حضرت عبداللہ ابن مسعودؓ سے روایت ہے کہ جو امتی عاشورہ کے دن اپنے اہل وعیال پر رزق میں فراخی کرے گا اللہ تعالیٰ پورے سال اس کے رزق میں فروانی فرمائیں گے۔

یوم عاشورہ کے اہم اہم واقعات

تاریخ کا مطالہ کرنے سے معلوم ہوتا ہے کہ یوم عاشورہ کو بڑے بڑے واقعات رونما ہوئے۔ اللہ تعالیٰ نے اپنے نیک بندوں کو عنایات کریمانہ سے نوازا اور اپنے باغیوں اور سرکشوں کو نیست ونابود کیا:

۱.......... سیدنا حضرت آدم علیہ السلام کی توبہ ۱۰ محرم الحرام کو قبول ہوئی۔

۲.......... حضرت نوح علیہ السلام کی کشتی ۱۰ محرم الحرام کو جودی پہاڑ پر آکر ٹکی تھی۔

۳.......... سیدنا حضرت ابراھیم علیہ السلام کی پیدائش ۱۰ محرم الحرام کو ہوئی تھی۔

۴.......... حضرت سیدنا ابراھیم علیہ السلام کو نمرود کی آگ سے ۱۰ محرم الحرام کو نجات نصیب ہوئی۔

۵.......... حضرت یونس علیہ السلام ۱۰ محرم الحرام کو مچھلی کے پیٹ سے باہر تشریف لائے۔

۶.......... حضرت موسیٰ علیہ السلام اور ان کی قوم بنی اسرائیل کو فرعونیوں کے ظلم وستم سے اللہ تعالیٰ نے ۱۰ محرم الحرام کو نجات دلائی اور فرعون اور اس کے لشکر غرق آب کیا۔

۷.......... سیدنا حضرت موسیٰ کلیم اللہ اور حضرت عیسیٰ روح اللہ علیہم السلام کی پیدائش بھی ۱۰ محرم الحرام کو ہوئی۔

۸.......... سیدنا سلیمان علیہ السلام کو ۱۰ محرم الحرام کو عظیم بادشاہت عطا کی گئی۔

۹.......... حضرت یعقوب علیہ السلام کو اللہ تعالیٰ نے دوبارہ آنکھوں کی بینائی ۱۰ محرم الحرام کو لوٹائی۔

۱۰.......... حضرت ایوب علیہ السلام نے اپنی صبر آزما بیماری سے ۱۰ محرم الحرام کو شفاپائی۔

۱۱.......... حضرت یوسف علیہ السلام کو بھائیوں نے کنعان کے جس کنویں میں گرا لیا تھا انہیں اس کنویں سے ۱۰ محرم الحرام کو باہر نکالا گیا۔ اور انہیں ۱۰ محرم الحرام کے دن جیل سے رہائی ملی تھی۔

۱۲.......... حضرت عیسیٰ علیہ السلام کا رفع الی سماء جو مسلمانوں کا جزو ایمان ہے۔ یہ رفع ۱۰ محرم الحرام کو

ہوا تھا۔

ایسے کئی واقعات ہیں جو یوم عاشورہ کو وقوع پذیر ہوئے۔

حضور علیہ السلام نے ارشاد فرمایا کہ اللہ تعالیٰ نے پہلے بھی بہت سے لوگوں کی توبہ دس محرم الحرام کو قبول فرمائی اور آئندہ بھی قبول فرمائیں گے۔

قبل ظہور اسلام قریش مکہ خانہ کعبہ پر ۱۰ محرم الحرام کو نیا غلاب ڈالا کرتے تھے۔

تاریخ اسلام کا مشہور واقعہ واقعہ شہادت امام حسینؓ بھی ۱۰ محرم الحرام کو پیش آیا۔

اور آخری بات یہ اس دنیا کا خاتمہ اور قیامت کا وقوع ۱۰ محرم الحرام کو ہوگا۔

حضرت امام حسینؓ ایک عظیم شخصیت

امام حسینؓ حضرت علی ابن ابی طالبؓ کے نور چشم تھے۔ حضرت فاطمہؓ کے دل کا چین۔ اور دوش رسالت کے شہسوار تھے۔ ان کی تعلیم و تربیت کے تین بڑے مکتب تھے۔ پہلا مکتب آغوش فاطمہؓ دوسرا مکتب حضرت علیؓ اور تیسرا مکتب محمد عربی ﷺ۔ سیرت میں ہے کہ نبی پاک ﷺ نے جتنا پیار حضرت حسینؓ سے کیا ہے اتنا کسی اور سے نہیں کیا۔ آیئے دیکھیں کہ تین اداروں میں تربیت حاصل کرنے والا کیا تھا اور وہ ادارے کتنے عظیم تھے۔ امام حسینؓ پہلی تربیت گاہ جنت فاطمہؓ میرے جگر کا ٹکڑا ہے۔ آپ فرماتی ہیں کہ میں نے حسین کو دودھ کبھی بغیر وضو کے نہیں پلایا۔ اکثر ایسا ہوتا کہ آپ ہاتھ سے چکی پیستے پیستے حسین کو دودھ پلاتیں اور زبان سے قرآن بھی پڑھ رہی ہوتیں۔ ایک روز سرکار دو عالم ﷺ نے حضرت فاطمہؓ کو بڑی محبت و شفقت کرتے ہوئے اپنے پاس بٹھایا اور ان سے کچھ فرمایا تو حضرت فاطمہؓ کی آنکھوں میں آنسو جاری ہو گئے۔ کچھ دیر بعد آپ ﷺ نے پھر بیٹی کے کان میں کچھ فرمایا اس پر حضرت فاطمہؓ کے مرجھائے ہوئے چہرے پر مسرت اور شادمانی کھیلنے لگی۔ حضرت فاطمہؓ کے استفسار پر حضرت فاطمہؓ نے بتایا کہ پہلی مرتبہ حضور ﷺ نے فرمایا کہ میرے جانے کا وقت قریب آگیا ہے۔ یہ افسوسناک اشارہ حضرت فاطمہؓ کے لئے ناقابل برداشت تھا۔ سرکار دو عالم ﷺ نے دیکھا کہ بیٹی کہیں یہ صدمہ دل کو نہ لگا بیٹھے دوبارہ فرمایا کہ تم جنت کی عورتوں کی سردار ہوگی اور مجھ سے جلد ہی آملو گی۔ اس خوشخبری پر حضرت فاطمہؓ مسکرا دیں۔ اس روئے زمین پر اللہ تعالیٰ کے آخری رسول اللہ ﷺ کے انتقال کے چھ ماہ بعد حضرت فاطمہؓ بھی وفات پا گئیں۔ لیکن اس دوران آپ کو کبھی ہنستے مسکراتے نہیں دیکھا گیا۔ آخری وصیت یہ فرمائی کہ میں شہنشاہ دو جہاں ﷺ کی بیٹی ہوں میں چاہتی ہوں کہ میرے کفن کی سفیدی بھی کوئی نہ دیکھنے پائے۔ چنانچہ حضرت فاطمہؓ کا جنازہ رات کے وقت اٹھایا گیا اور آپ کو جنت البقیع میں دفن کیا گیا۔

ماں کی گود ہی اصل تربیت گاہ ہوتی ہے۔ ماں شب بیدار ہو تو بیٹا شاہ ولی اللہ پیدا ہوتا ہے۔ ماں صالح اور مجاہدہ ہو تو بیٹا اسماعیل شہید پیدا ہوتا ہے۔ ماں مجاہدہ ہو تو بیٹا حسین احمد مدنی پیدا ہوتا ہے۔ ماں زاہدہ ہو تو بیٹا انور شاہ کشمیری پیدا ہوتا ہے۔ ماں عابدہ ہو تو بیٹا اشرف علی تھانوی جیسا پیدا ہوتا ہے۔ ماں حافظ قرآن ہو تو بیٹا عطاء اللہ شاہ کشمیری پیدا ہوتا ہے۔ اللہ تعالیٰ ہماری خواتین کو بھی توفیق عطا فرمائے کہ وہ حضرت فاطمہؓ کی حیاء اماں عائشہ کا پردہ اور حضرت خدیجہؓ کے تقویٰ کے مطابق زندگی گزاریں تاکہ وہ ایسے عظیم سپوتوں کو جنم دے سکیں جو وقت آنے پر اپنے مذہب کی خاطر اپنے مسلمان بھائیوں کی خاطر خالد بن ولیدؓ کی طرح ٹکڑے کرنا بھی جانتے ہوں اور وقت آنے پر اپنے مذہب کی خاطر اپنے مسلمان بھائیوں کی خاطر حضرت حمزہؓ کی طرح ٹکڑے ہونا بھی جانتے ہوں۔ آمین

صراط مستقیم

مسلمانوں کو عاشورہ محرم کی حقیقت کے بارے میں اپنا عقیدہ درست رکھنا چاہیے۔ اس میں ہمارا طریقہ اور طرز وہی ہونا چاہیے جو نبی پاک ﷺ نے اپنے صحابہ کرام کو، صحابہؓ نے تابعین کو اور تابعین نے تبع تابعین رحمہم اللہ تعالیٰ علیہم اجمعین کو بتایا۔ محرم الحرام اور عاشورہ کا اکرام اسی طرح کرنا چاہیئے جس طرح ہمارے آقا ﷺ نے کیا اور ہمیں کرنے کی تلقین فرمائی۔ یہ فیصلہ کرنا امت محمدیہ کا کام ہے کہ انہوں نے اس دن کو نبی کریم ﷺ کے طریقے پر منانا ہے یا کسی اور کے طریقے پر منانا ہے۔ ہم عاشورہ محرم کو صرف سیدنا امام حسینؓ کی شہادت کے طور پر مناتے ہیں۔ اس میں بہت سی بدعات کا ارتکاب کرتے ہیں۔ اس میں شک نہیں کہ عاشورہ کے دن نواسہ رسول سیدنا امام حسینؓ کو شہادت نصیب ہوئی۔ حضرت امام حسینؓ اور آپ کے خاندان نے کربلا کی فضاؤں میں حق و صداقت کا علم لہرا لیا۔ کربلا کے ریگ زاروں کو اپنے خون سے گلنار کیا لیکن یوم عاشورہ اور ماہ محرم کی اپنی ایک قدیم تاریخ ہے۔ سطور بالا میں آپ وہ اہم اہم واقعات پڑھ چکے ہیں جو ۱۰ محرم الحرام کو رونما ہوئے۔

اسلام میں ماہ محرم الحرام اور یوم عاشورہ کی بڑی فضیلت بیان کی گئی ہے۔ قیام مکہ مکرمہ کے زمانہ میں حضور اکرم ﷺ ہمیشہ یوم عاشورہ کا روزہ رکھا کرتے تھے اور صحابہ کرامؓ کو بھی یوم عاشورہ کا روزہ رکھنے کی تاکید فرماتے تھے۔ احادیث سے معلوم ہوتا ہے کہ اولاً عاشورہ کا روزہ فرض تھا۔ ہجرت کے بعد جب ۲ ہجری کو رمضان المبارک کے روزے فرض ہوئے تو عاشورہ کے روزہ کی فرضیت منسوخ ہو گئی اور فضیلت باقی رہی۔ نفلی روزوں میں بہت بڑی فضیلت اور ثواب عاشورہ کے روزہ کی ہے۔

حضور ﷺ کی مکہ سے مدینہ کی ہجرت جن حالات میں ہوئی اس کی نسبت اور عاشورہ کے دن حضرت امام حسینؓ کی المناک شہادت کے دل خراش واقعہ کی نسبت سے مسلمانوں کو ماہ محرم الحرام کا آغاز اور یوم عاشورہ حق

وصداقت پر قائم رہنے کے عہد کی تجدید کرنا چاہئے۔

عشرہ محرم میں بہت سی عبث اور فضول رسومات بدعات کاارتکاب کیا جاتا ہے۔ مسلمانوں کو اس سے بچنا چاہئے۔

پہلے عشرہ محرم میں عام رسم ورواج یہ ہو گیا ہے کہ مسلمان ان دنوں میں شادی بیاہ کرنا اچھا لباس پہننا ناپسند کرتے ہیں۔پابندی کے ساتھ قبرستان جانا' قبروں کی لپائی کرنا' پھول چڑھانا' چادر چڑھانا' قبروں پر کھجور کی سبز ٹہنیاں رکھنا' قبروں پر چاول اور دال مسور بکھیرنا' اس کے ساتھ شہروں میں کھانا تقسیم کرنا' میٹھے پانی یا دودھ کی سبیل لگانا اور ایسے بہت سے کام جن کو دین ودنیا سے کوئی تعلق نہیں۔ دیکھا دیکھی کیے جاتے ہیں۔ان سے خود بچنا اور مسلمانوں کو بچانا بہت ضروری ہے۔

اسلام کا نام لینے والا ایک طبقہ عشرہ محرم الحرام میں حضرات صحابہ کرامؓ اور ازواج مطہراتؓ کی شان میں توہین آمیز اور گستاخانہ کلمات کہہ کر اپنی سیاہ کاریوں میں اضافہ کرتا ہے اور اندرونی بغض کو ماتم' سینہ کوبی' زنجیر زنی سے ظاہر کرتا ہے۔ایسے افراد کو دیکھنا' ایسے مجمع میں جانا' یہ چیزیں ازروئے شریعت ناجائز اور حرام ہیں۔ان سے بھی بچنا چاہیے۔اللہ تعالیٰ مسلمانوں کو صحیح صراط مستقیم اتباع سنت اور بدعات سے بچنے کی توفیق عطا فرمائیں۔

☆......☆......☆

بقیہ: اداریہ

اچھا ہو کہ حکومت کراچی' کوئٹہ' لاہور' پشاور میں آزمائشی طور پر اپنے وسائل اور خرچ پر ایسے ماڈل دینی ادارے قائم کر کے بطور نمونہ مثال قائم کرے۔ حکومت کی امداد کے بغیر چلنے والے دینی مدارس میں حکومتی رپورٹ کے مطابق دس لاکھ طلباز یر تعلیم ہیں۔ جن کے قیام وطعام کا انتظام انہیں اداروں کے ذمہ ہوتا ہے۔اٹھارہ دینی علوم ان میں پڑھائے جاتے ہیں۔ حکومت دینی مدارس کے حوالے سے اصلاح کے نام پر جو اقدامات کر رہی ہے حکومت اور دینی مدارس کے منتظمین علماء ومشائخ کے درمیان ہم آہنگی اور اعتماد اس لئے بھی بحال نہیں رہ سکے گا کیونکہ صدر مملکت جنرل پرویز مشرف سیکولر ذہن رکھنے کے باعث اتاترک اپنا آئیڈیل قرار دیتے ہیں۔ اب تک کے عملی اقدامات سے یہی تاثر ملتا ہے کہ وہ بیرونی ایجنڈے پر کام کر رہے ہیں۔ حکومتی مداخلت سے دینی مدارس کا وہی حال ہو گا جو دیوالیہ ہونے والے بعض سرکاری محکموں کا ہوا ہے۔دینی مدارس کو قومی دھارے میں شامل کرنے کے لئے وقت اور اعتماد دو چیزوں کی بنیادی ضرورت ہے۔

☆......☆......☆

مولانا عبداللطیف مسعود

قبر کی وحشت ناک وادی

چور زانی شرابی کا انجام

حضرت مسروقؒ سے منقول ہے کہ جو شخص چوری' زنا یا شراب کی عادت اپنائے ہوئے مر جائے یا ان تینوں میں سے کسی ایک کا عادی ہو تو اس کی قبر میں ایک سانپ مسلط کر دیا جاتا ہے جو اسے برابر ڈستا رہتا ہے۔

ماں کی توہین کرنے والے کا انجام

عوام بن حوشب کہتے ہیں کہ ایک دفعہ میں کسی قبیلہ میں فروکش ہوا اور ان کی سکونت کے ساتھ ایک قبرستان تھا اچانک عصر کے بعد ایک قبر پھٹی اور اس میں ایک گدھے جیسے سر والا آدمی نکلا مگر اس کا چہرہ انسان جیسا ہی تھا۔ اس نے تین دفعہ گدھے جیسی آواز لگائی تو پھر اس پر قبر بند ہو گئی۔ میں نے اس کے متعلق دریافت کیا تو جواب ملا کہ یہ شراب پیا کرتا تھا۔ جب صبح ہوتی تو اس کی ماں اسے کہتی بیٹے خدا سے ڈر۔ وہ جواب دیتا کہ تو تو گدھے کی طرح ہینکتی ہے۔ یہ شخص عصر کے بعد مر گیا۔ اسی بنا پر ہر روز عصر کے بعد اس کی قبر کھلتی ہے اور یہ شخص نکل کر تین مرتبہ ہینک کر پھر قبر میں بند ہو جاتا ہے۔ (العیاذ باللہ!)

سب صحابہؓ کا انجام

ابو اسحٰقؒ بیان کرتے ہیں کہ مجھے ایک میت کو غسل دینے کے لئے بلایا گیا تو جب میں نے اس کے منہ سے کپڑا ہٹایا تو میں نے ایک سانپ کو دیکھا جو کہ اس سے لپٹا ہوا تھا۔ لوگوں نے بتایا کہ یہ ملعون صحابہ کرامؓ کو برا بھلا کہتا تھا۔ (اللہ تعالیٰ محفوظ رکھیں)

امام اعمشؒ سے منقول ہے کہ ایک آدمی نے حضرت حسنؓ کی قبر مبارک پر پاخانہ کر دیا تو وہ پاگل ہو گیا اور کتوں کی طرح بھونکتا تھا پھر وہ مر گیا تو بھی اس کی قبر سے بھونکنے اور چلانے کی آواز آتی رہتی تھی۔ (العیاذ باللہ!)

عمارہ بن عمیر کہتے ہیں کہ جب عبیداللہ بن زیاد قتل ہو گیا تو اس کا اور اس کے ساتھیوں کے سر لائے گئے

اور رحبہ نامی جگہ پر پھینک دیئے گئے۔ اچانک ایک بڑا ناگ آیا تو سب لوگ خوفزدہ ہو کر ادھر ادھر بھاگ دوڑ گئے۔ وہ سارے سروں میں گھوما حتیٰ کہ ابن زیاد کے نتھنوں میں گھس کر اس کے منہ سے نکل آیا۔ پھر اس کے منہ میں گھسا اور ناک کے راستے باہر نکلا۔ اس نے یہ فعل کئی مرتبہ کیا خدا جانے وہ کدھر سے آیا اور کدھر چلا گیا۔ (ترمذی)

محمد بن سعید کا بیان ہے کہ مسلم بن عقبہ مدینہ شریف آیا اور لوگوں سے یزید کے لئے اس شرط پر بیعت لینے لگا کہ تم اس کے غلام اور فرمانبردار رہو گے۔ خدا کی اطاعت ہوتی ہو یا نافرمانی۔ تمام لوگوں نے بیعت کر لی۔ صرف ایک جوان نے انکار کیا جس کی ماں ام ولد تھی۔ اس جوان نے کہا کہ میں تو صرف خدا کی اطاعت میں بیعت کروں گا۔ مسلم نے اسے قبول نہ کیا اور اس قریشی کو قتل کر دیا۔ اس پر اس کی والدہ نے حلف اٹھایا کہ اگر خدا نے مجھے مسلم پر زندہ یا مردہ پر اختیار دیا تو میں اس کو آگ سے جلاؤں گی۔ جب یہی بدبخت مدینہ سے نکلا تو اس کی بیماری بڑھ گئی اور وہ مر گیا۔ پھر یہ والدہ قریشی اپنے چند غلاموں کو لے کر اس کی قبر تک پہنچی اور اس کی قبر کھودنے کا حکم دیا۔ جب اس کی لاش تک پہنچے تو دیکھا کہ ایک بہت بڑا اژدھا اس کی گردن پر لپٹا ہوا ہے اور اس کی ناک کے بانسے کو پکڑ کر اسے چوس رہا ہے۔ لوگ یہ دیکھ کر خوفزدہ ہو گئے۔

عصمہ عبادانی کہتے ہیں کہ میں کسی بیابان میں گھوم پھر رہا تھا کہ میں نے ایک راہب خانہ دیکھا اور اس میں ایک صومعہ دیکھا جس میں ایک راہب تھا میں نے اس راہب سے کہا کہ آپ کوئی اپنا عجیب تر مشاہدہ بیان کیجئے۔ کہنے لگا سنو! ایک دن کا ذکر ہے کہ میں نے شتر مرغ جتنا ایک سفید پرندہ دیکھا جو کہ اس چٹان پر آبیٹھا۔ اس نے قے کر کے ایک سر اگلا' پھر ایک پاؤں اگلا' پھر پنڈلی' پھر جب بھی وہ کوئی عضو اگلتا تو وہ اعضاء ایک دوسرے سے تیزی سے جڑ جاتے حتیٰ کہ مختلف اجزا جڑ کر ایک مکمل بیٹھا ہوا انسان بن جاتا۔ پھر جب وہ انسان اٹھنے لگتا تو وہ شتر مرغ جیسا پرندہ جس نے اسے اگلا تھا اسے چونچ مار کر الگ الگ اعضا کر دیتا اور پھر ان متفرق اعضاء کو نگل لیتا۔ اور کئی دنوں تک اسی حالت میں رہتا۔ یعنی اسے نگلتا اور اگلتا رہتا۔ مجھے اس سے نہایت تعجب ہوا اور ساتھ ہی عظمت خداوندی پر میرا الیقین بڑھ گیا اور میں نے جان لیا کہ یہ اجسام مرنے کے بعد دوبارہ اٹھیں گے۔ میں نے اس کی طرف توجہ کر کے کہا کہ اے پرندے! میں تجھے اس خدا کا واسطہ دے کر پوچھتا ہوں جس نے تجھے پیدا کیا ہے کہ تو مجھے یہ حقیقت بتلا دے۔ میں مسلسل اس سے اس طرح پوچھتا رہا تو اس نے مجھے اپنا قصہ سنایا اور فصیح عربی زبان میں بتلایا کہ بادشاہت اور ہمیشگی میرے رب کو ہی لائق ہے۔ وہی ہر چیز کے فنا وبقا کا مالک اور مختار ہے۔ میں خدا کے فرشتوں میں سے ایک فرشتہ ہوں جو اس جسم انسانی پر مامور ہوں جب سے اس نے ایک عظیم جرم کیا ہے پھر میں اس جسم انسانی کی طرف متوجہ ہوا اور کہا کہ اے خدا کے گنہگار اور نافرمان بندے تیرا کیا معاملہ ہے اور تو کون شخص ہے۔ وہ کہنے لگا کہ میں عبد

الرحمٰن بن ملجم حضرت علیؓ کا قاتل ہوں۔ جب میں نے آپ کو قتل کیا اور میری روح بارگاہ الٰہی میں پیش ہوئی تو اس نے مجھے ایک صحیفہ عطا فرمایا جس میں میری زندگی کے بھلے برے تمام اعمال مندرج تھے۔ پھر خدا نے اس فرشتہ کو مجھے عذاب دینے پر مامور فرمایا تو اس وقت سے وہ میرے ساتھ وہ معاملہ کر رہا ہے جو تم دیکھ رہے ہو۔ قیامت تک یونہی ہوتا رہے گا۔ پھر وہ خاموش ہوا تو اس پرندہ نے پھر اسے چونچ مار کر اس کے تمام اعضاء الگ الگ بکھیر دیئے اور پھر اسے نگلنے لگا۔ اس کے بعد اسے لے کر اڑ گیا۔ (شرح الصدور ص ۷۳)

قابیل کے جرم قتل کی سزا

زید بن اسلم کا بیان ہے کہ ایک آدمی دریا میں جہاز پر سفر کر رہا تھا کہ اچانک وہ جہاز ٹوٹ گیا اور وہ شخص ایک تختہ پر چمٹ گیا جس نے اسے ایک جزیرہ میں پہنچا دیا جہاں وہ چلنے لگا۔ آگے اس نے ایک چشمہ دیکھا۔ وہ اس کے منبع کی طرف چل پڑا یہاں تک کہ وہ ایک گھاٹی میں داخل ہوا تو اس نے ایک ایسا انسان دیکھا جس کے پاؤں میں زنجیر ہے اور وہ پانی سے صرف بالشت کے فاصلہ پر بندھا ہوا ہے۔ اس نے کہا مجھے پانی پلاؤ۔ اللہ تم پر رحم کرے گا۔ میں نے کہا تمہارا کیا معاملہ ہے ؟۔ اس نے کہا کہ میں آدم علیہ السلام کا بیٹا ہوں جس نے اپنے بھائی کو قتل کیا تھا۔ خدا کی قسم جب بھی کوئی انسان قتل ہوتا ہے تو اس کے عوض مجھے سزا ملتی ہے۔ کیونکہ سب سے پہلے میں نے ہی یہ فعل بد جاری کیا تھا۔ العیاذ باللہ !

ایک زندیق ومرتد کا انجام

عبداللہ بن ہاشم کا بیان ہے کہ میں ایک میت کو غسل دینے کے لئے گیا تو جب میں نے اس سے کپڑا ہٹایا تو دیکھا کہ ایک سانپ اسے جکڑے ہوئے ہے۔ میں نے اسے کہا کہ تو خدا کی طرف سے مقرر ہے اور ہمارا طریقہ میت کو غسل دینا ہے۔ اگر تم مناسب سمجھو تو ذرا اس سے ہٹ جاؤ تاکہ ہم اسے غسل دے لیں تم پھر اپنی ڈیوٹی سنبھال لینا۔ اس پر وہ سانپ سیدھا ہو کر ایک کونے میں چلا گیا۔ جب میں غسل سے فارغ ہوا تو وہ اپنی جگہ پر پھر آ گیا۔ عبداللہؒ کا بیان ہے کہ یہ میت زندیق اور مرتد کی تھی۔ زندقہ کفر سے بھی سنگین جرم ہے جیسے ہمارے ہاں قادیانی۔

محمد بن یوسف فریابی کا بیان ہے کہ میں نے ابو سنان سے سنا اور وہ ایک نیک آدمی تھے۔ انہوں نے بیان کیا کہ میں ایک آدمی کے پاس اس کے بھائی کی تعزیت کے سلسلہ میں گیا تو اسے نہایت پریشان اور جزع فزع کرتے پایا۔ اس نے کہا کہ میں اس لئے واویلا کر رہا ہوں کہ بھائی کو دفن کرنے کے بعد عذاب میں دیکھا ہے۔ جب میں نے اس پر مٹی برابر کر دی تو اچانک ایک آواز آئی وہ کہہ رہا تھا ''اوہ'' میں نے کہا خدا کی قسم میرا بھائی۔ میں نے مٹی ہٹائی تو مجھے

آواز آئی خدا کے بندے اسے نہ اکھیڑ۔ میں نے دوبارہ مٹی برابر کر دی۔ جب میں اٹھنے لگا تو اس نے کہا "اوہ" میں نے کہا خدا کی قسم میرا بھائی۔ پھر میں مٹی ہٹانے لگا تو دوبارہ آواز آئی ایسا مت کر۔ میں نے دوبارہ مٹی ڈال دی۔ جب میں اٹھنے لگا تو اس نے پھر کہا "اوہ" میں نے کہا خدا کی قسم اب اس کو ضرور اکھیڑ کر رہوں گا۔ چنانچہ پھر میں اکھیڑنے لگا تو میں نے اسے دیکھا کہ اس کے گلے میں آگ کا طوق پڑا ہوا ہے اور اس کی قبر آگ سے بھڑک رہی ہے۔ میں نے چاہا کہ اس طوق کو کاٹ دوں۔ میں نے اسے توڑنے کے لئے ہاتھ مارا تو میری انگلیاں ہی جاتی رہیں۔ اس نے بھی ہماری طرف اپنا ہاتھ نکالا تو اس کی بھی چاروں انگلیاں غائب تھیں۔ اس پر میں امام اوزاعیؒ کی خدمت میں حاضر ہوا اور عرض کیا۔ اے ابو عمرو! یہودی بھی مرتا ہے عیسائی اور کافر بھی مرتے ہیں مگر ایسا منظر کبھی دیکھنے میں نہیں آیا۔ آپ نے فرمایا ہاں یہی بات ہے کہ وہ جہنمی ہوتے ہیں لیکن اللہ تعالیٰ ایسے مناظر تمہیں اہل توحید کے متعلق دکھاتے ہیں تاکہ تم عبرت حاصل کرو۔ (شرح الصدور ص ۴۷)

عبداللہ بن محمد المدینیؒ کے ایک دوست کا واقعہ ہے کہ وہ اپنی زمین پر گئے۔ اتنے میں نماز مغرب کا وقت ہو گیا۔ ساتھ ہی ایک مقبرہ تھا۔ وہ کہتے ہیں کہ میں نے مقبرہ کے قریب ہی نماز ادا کی۔ اس کے بعد میں بیٹھا ہوا تھا کہ میں نے قبرستان کے ایک کنارے سے رونے کی آواز سنی۔ میں جب رونے والی قبر کے قریب پہنچا تو وہ آہ بھرتے ہوئے کہنے لگا میں تو نماز بھی پڑھتا تھا' میں تو روزے بھی رکھتا تھا۔ اس پر مجھے کپکپی طاری ہو گئی۔ میں حاضرین میں سے ایک کے پاس پہنچا اس نے بھی مجھ جیسی آواز سنی۔ اس کے بعد میں اپنی اراضی پر آ گیا پھر دوسرے دن جا کر میں نے پہلی جگہ پر ہی نماز ادا کی اور غروب آفتاب کا انتظار کرتا رہا۔ اس کے بعد میں نے نماز مغرب ادا کی اور اس قبر کی طرف کان لگا دیئے تو وہ اسی طرح آہیں بھر رہا تھا اور کہہ رہا تھا "اوہ" میں تو نماز پڑھا کرتا تھا' میں تو روزہ رکھا کرتا تھا۔ اس کے بعد میں گھر واپس آ گیا اور بخار میں مبتلا ہو گیا اور دو ماہ تک بیمار رہا۔ اللہ تعالیٰ ہم سب کو گناہوں سے بچائیں۔

حضرت مکحولؒ تابعی سے منقول ہے کہ ایک آدمی حضرت عمر فاروقؓ کی خدمت میں حاضر ہوا جس کی آدھی داڑھی اور آدھا سر بھی سفید ہو چکا تھا۔ آپ نے فرمایا یہ کیا ہے۔ اس نے کہا کہ میں فلاں قبیلہ کے قبرستان کے نزدیک رات کو گزرا۔ میں نے دیکھا کہ ایک آدمی ہاتھ میں آگ کا کوڑا لئے ہوئے دوسرے آدمی کے پیچھے لگا ہوا ہے اور اس کے قریب پہنچ کر اسے وہ کوڑا مارتا ہے تو وہ آدمی سر سے لے کر پاؤں تک بھڑک اٹھتا ہے۔ اس آدمی نے مجھ سے پناہ مانگی۔ کہنے لگا اے بندہ خدا میری مدد کرو۔ کوڑے والا آدمی کہنے لگا بندہ خدا ہرگز اس کی مدد نہ کرنا۔ یہ بہت برا انسان ہے۔ یہ تو کافر ہے۔ اس پر حضرت عمر فاروقؓ فرمانے لگے کہ اسی بنا پر ہمارے نبی ﷺ نے ناپسند فرمایا ہے کہ کوئی آدمی تنہا سفر کرے۔

غیبت اور پیشاب کے چھینٹوں سے نہ بچنے کا انجام

حضرت عبداللہ ابن عباسؓ کا بیان ہے کہ سید کائنات ﷺ دو قبروں کے پاس سے گزرے تو فرمانے لگے کہ ان قبر والوں کو عذاب ہو رہا ہے اور عذاب بھی کسی اہم وجہ سے نہیں بلکہ ایک تو پیشاب یعنی اس کے چھینٹوں سے پرہیز اور احتیاط نہ کرتا تھا اور دوسرا چغل خوری کیا کرتا تھا۔ پھر آپ نے درخت کی ایک ٹہنی لے کر درمیان سے دو حصے کر کے دونوں قبروں پر ایک ایک حصہ لگا دیا۔ صحابہ کرامؓ نے عرض کیا اے خدا کے رسول ﷺ آپ نے یہ کیوں کیا؟ تو فرمایا شاید ان کے خشک ہونے تک ان کے عذابوں میں کچھ کمی ہو جائے۔ (بخاری و مسلم) یہ آپ ﷺ کا معجزہ تھا۔ ہر شخص یہ کام نہیں کر سکتا۔

ام المومنین حضرت میمونہؓ کا بیان ہے کہ نبی کریم ﷺ نے ان کو ارشاد فرمایا اے میمونہؓ عذاب قبر سے خدا کی پناہ طلب کیا کرو۔ پھر فرمایا! دو معمولی چیزوں غیبت اور پیشاب کی چھینٹوں سے پرہیز نہ کرنے سے سخت عذاب ہوتا ہے۔

نماز میں تاخیر اور چوری چھپے دوسروں کی باتیں سننا

حضرت عمرو بن دینارؒ بیان کرتے ہیں کہ ایک مدنی آدمی کی بہن تھی۔ وہ فوت ہوئی تو اسے اس کے غسل و تکفین کے بعد قبرستان لے گیا۔ اسے دفن کر کے جب وہ واپس گھر آیا تو اسے یاد پڑا کہ اس کی تھیلی قبر ہی میں رہ گئی ہے تو اس نے بطور معاون ایک آدمی ساتھ لیا اور قبرستان پہنچ کر قبر کھودنے لگا۔ قبر کھودتے ہوئے اسے اپنی تھیلی تو نظر آگئی مگر اس نے ساتھی کو کہا کہ ذرا ہٹ جایئے میں اپنی بہن کو دیکھ لوں کہ کس حالت میں ہے۔ پھر اس نے لحد سے کچھ اینٹیں ہٹائیں تو دیکھا کہ قبر آگ سے بھڑک رہی ہے۔ العیاذ باللہ! اس نے اینٹیں وہیں لگا دیں اور قبر برابر کر دی۔ واپس گھر آکر اپنی والدہ سے اس کے متعلق دریافت کیا تو والدہ کہنے لگی کہ یہ نماز لیٹ پڑھتی تھی اور میرے خیال میں بلا وضو بھی پڑھتی تھی اور دوسری خرابی یہ تھی کہ پڑوس کے گھروں پر سونے کے بعد جا کر دروازے پر کان لگاتی اور اندر کی گفتگو سنا کرتی تھی۔

غسل جنابت ترک کرنے کا انجام

حضرت لبان بن عبداللہ عجلی ؒ کا بیان ہے کہ ہمارا ایک پڑوسی فوت ہو گیا تو ہم اس کی تجہیز و تکفین اور جنازے میں شامل ہوئے۔ جب قبر میں رکھنے کا مرحلہ آیا تو قبر میں بلے جیسا ایک جانور نظر آیا۔ ہم نے اسے دھتکارا مگر وہ بالکل ٹس سے مس نہ ہوا۔ گورکن نے مٹی کا ڈلا اٹھا کر اس کی پیشانی پر دے مارا مگر وہ بالکل نہ ٹلا۔ آخر تنگ آکر

[redacted]

مولانا محمد اسماعیل

دین اسلام کی ترویج واشاعت میں خانقاہی نظام کا حصہ

دین اسلام کی نشر واشاعت اور اسلامی تعلیمات کی تبلیغ وترویج میں خانقاہی نظام کو بڑا دخل ہے۔ قرآن عزیز میں بعثت نبوی کے تین عظیم مقاصد کی نشان دہی کی گئی ہے:

الف............ تلاوت آیات ربانی

ب............ تعلیم کتاب وحکمت

ج............ تزکیہ نفس

پہلے دو اجزاء کی تکمیل اور ان کا نفاذ دینی مدارس کا مرہون منت ہے جب کہ تزکیہ نفس ایسے پاکیزہ اور مقدس فرض کی انجام دہی صوفیاء کے مبارک ہاتھوں سے وجود پذیر ہوئی۔ حضور سید عالم ﷺ کے مبارک زمانے میں اصحاب صفہ اخلاص عمل کا ایک نقش بدیع تھے جن کی زندگی کا مطمع نظر ہی یہی تھا کہ وہ حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام کے ارشادات عالیہ سنتے' حفظ کرتے' انہیں حرز جان بنانے کے بعد ان پر عمل پیرا ہوتے۔ پھر اس کے بعد جو لوگ حلقہ بگوش اسلام ہوتے ان تک پہنچانے میں سعی بلیغ فرماتے: "لیبلغ الشاهد الغائب ." ان کے بارے میں اللہ تعالیٰ نے قرآن حکیم میں حضور سے اس طرح خطاب فرمایا:

"ولا تطردا الذين يدعون ربهم بالغدوة والعشى يريدون وجهه"

یہ نفوس قدسیہ' یہ ملکوتی صفات انسان روحانیت اسلام واخلاقیات عالیہ کے درخشندہ مظاہر تھے۔ ان کا وجود اقدس بعد میں آنے والے صوفیائے کرام اولیائے عظام اور اکابر امت کے لئے مشعل راہ ہے۔ یہی اسرار طریقت' سلاسل ولایت اور خانقاہی نظام کا نقطہ آغاز ہے۔

جناب رسالت مآب ﷺ کی صحبت مبارکہ میں جو شخص مشرف بہ اسلام ہوتا اور وہ آپ ﷺ سے اکتساب فیض کرتا پھر اسے تزکیہ باطن کے سلسلہ میں کسی قسم کی احتیاج باقی نہ رہتی تھی۔ فیضان نبوی کے اس تابناک دور کو حضور نے تین صدیوں کے ساتھ مختص فرمایا۔

اولیائے امت انوار ولایت سے سرشار

پھر اس کے بعد اولیائے امت نے جو انوار ولایت سے سرشار اور سرچشمہ رشد وہدایت سے سیراب تھے اہل اسلام کی باطنی تربیت اور تہذیب نفس کے لئے خانقاہی سلسلہ کی داغ بیل ڈالی۔ گویا مدارس دینیہ علوم نبویہ کی نشرواشاعت انجام دیتے تھے۔ قرآن وحدیث کے غوامض ورموز سے طالبان حق کو آگاہ کرتے تھے اور صوفیائے کرام شریعت مطہرہ اور سنن نبویہ کی اتباع کامل سے ان کے قلوب کو نور عرفان سے مزین کرتے تھے۔

یہ خانقاہی نظام ایک ایسی مثالی تربیت گاہ کا آئینہ دار تھا۔ جہاں طالبان حق اہل ولایت کے جمیع کمالات کو الفاظ وحروف میں پڑھنے کے بعد انہیں بہ چشم خود عملی صورت میں مشاہدہ کرتے تھے۔ مدارس دینیہ ظواہر شریعت کی تعلیم وترویج کے پاسدار تھے تو خانقاہی نظام بواطن شریعت اور معارف طریقت کا علمبردار تھا۔ علم وعمل کے اس لطیف وپاکیزہ امتزاج کو حضرت امام ربانی مجدد الف ثانی قدس سرہ نے اس طرح بیان فرمایا ہے:

ظاہر بے باطن نا تمام است وباطن بے ظاہر تافر جام

اعمال صالحہ کی روح

تمام اعمال صالح کی روح اور دینی اقدار کی اصل اخلاص ہے۔ قرآن حکیم نے اس حقیقت کی طرف بار بار توجہ دلائی ہے۔ جیسے:

"فاعبدالله مخلصا له الدین ۔ الا لله الدین الخالص واخلصوا دینهم لله ۔" اس قبیل کی دیگر آیات مبارکہ اس امر پر شاہد عدل ہیں کہ اخلاص کے بغیر قرب خداوندی کا کوئی مقام حصول نہیں اسی باعث حضرت مجدد الف ثانیؒ نے اخلاص عمل کو ملائکہ پر انسان کی فضیلت کا سبب قرار دیا ہے۔ حضرت امام ربانی نے فرمایا ہے کہ اہل ایمان کی نجات امتثال اوامر اور انتہاز نواہی سے وابستہ ہے۔ جہاں تک امتثال اوامر کا تعلق ہے اس میں ملائکہ انسان کے ساتھ برابر کے شریک ہیں کہ ان کے حق میں: "لا یعصون الله ما امرهم" وارد ہے۔ اس کے بعد نواہی سے رکنا ہی ایک ایسی کلی رہ جاتی ہے جس کے سبب انسان کو ملائکہ پر افضلیت اور برتری حاصل ہے پھر ارتکاب معاصی سے پرہیز اور گناہوں سے کامل اجتناب اخلاص کے بغیر محال ہے اور اخلاص عمل اولیائے کرام کی صحبت کے بغیر میسر نہیں آسکتا۔ اخلاص عمل کا یہ جوہر پاکباز ان طریقت کی وساطت اور ان کی صحبت اختیار کرنے سے نصیب ہو سکتا ہے۔ لہٰذا ان بزرگان باصفا کے مراکز سے وابستگی میں دینی ودنیوی خیر وبرکت اور نجات اخروی کا راز مضمر ہے۔ ان کے نزدیک تکثیر عمل کی بجائے اخلاص عمل قابل ترجیح ہے۔

خانقاہی نظام کے مقاصد و قواعد

پروفیسر خلیق احمد نظامی کے نزدیک خانقاہی نظام کے بنیادی مقاصد و فوائد جو اس کا طرہ امتیاز تھے حسب ذیل ہیں:

۱............ شیخ کو ایک علیحدہ اور مخصوص مقام پر اپنے مزاج اور اصولوں کے مطابق لوگوں کی اصلاح اور تربیت کا موقع مل جاتا تھا۔

۲............ مصنف مصباح الہدایت کے قول کے مطابق کہ: "بنائے خانقاہ برصنعتے کہ اصل وضع اوست' زینتے است از زینتہائے ملت اسلام." "قرون وسطیٰ میں خانقاہیں اسلامی تہذیب و تمدن کا بہترین مرکز تھیں۔

۳............ جن دیندار لوگوں کا کوئی مسکن و ماوی نہ ہوتا تھا وہ خانقاہوں میں قیام کر لیتے تھے اور اپنے آپ کو دینی جدوجہد کے لئے وقف کر دیتے۔

۴............ مختلف طبائع اور مختلف مقامات کے افراد ایک جگہ مل جل کر رہتے اور اس طرح بہت کچھ ایک دوسرے سے حاصل کرتے اور ان میں رابطہ محبت قائم ہو جاتا۔

۵............ یہ خانقاہ ایک ایسی تربیت گاہ ہوتی تھی جہاں پہنچ کر بڑے سے بڑے گنہگار کی ذہنی آب و ہوا بدل جاتی تھی۔ تقویٰ' دینداری' خلوص اور توکل کا یہ ماحول انسانی قلوب پر اثرانداز ہوئے بغیر نہیں رہتا۔ بہت سے ناواقف لوگ مشائخ سے بحث کرنے کی نیت سے خانقاہ میں آتے لیکن وہاں کی دینی فضا دیکھ کر ایسے مرعوب ہو جاتے کہ پھر اس در کو چھوڑنے پر راضی نہ ہوتے۔

مزید برآں خانقاہوں سے تربیت حاصل کرنے والے حضرات تبلیغ اسلام کو اپنا شعار بنا لیتے تھے۔ مقتضیات دینیہ اور اوامر شرعیہ پر خود عمل پیرا ہو کر وہ سنت رسالت مآب ﷺ کی ترویج و اشاعت کا مقدس فریضہ انجام دیتے اور بدعات سے اجتناب کی ترغیب دلاتے تھے۔ اس طریق کار سے افراد امت میں اتحاد موانست کی فضا سازگار ہو جاتی اور گروہ بندیوں کا استیصال ہو جاتا تھا۔ اس کے علاوہ وہ خود بھی اپنے مرکز سے رابطہ استوار رکھتے تھے۔ رجوع الی اللہ اور اتباع شریعت کے باعث فارغ ہونے والوں کے کام میں خیر و برکت کا ظہور ہوتا اور اس طرح ان کے وابستگان سلسلہ کے دل و دماغ پر دوررس اثرات مرتب ہوتے تھے۔

قرون اولیٰ میں بلاد اسلامیہ کے اندر اکثر اولیائے کرام نے اپنے تربیتی مراکز قائم کئے ہوئے تھے جہاں سے تشنگان معرفت فیضان نبوی سے سیراب ہوتے تھے۔ آج کل ہمیں انسانی قلوب کے اندر اخلاص نظر نہیں آتا

لیکن ان کے خانقاہوں کے دور دیوار اور سنگ و خشت سے سیرت رسول ﷺ کی شاعیں اور اخلاص عمل کے انوار نمایاں تھے۔ حضرت معروف کرخیؒ' جنید بغدادیؒ اور دیگر اولیائے کبار کے دروازے شب وروز طالبان حق پر کشادہ رہتے تھے اور حضرت غوث الاعظم قدس سرہ کا آستان پاک مرجع خلائق تھا۔ ہزارہا لوگ آپ کی بارگاہ سے ظاہری وباطنی فیوض وبرکات حاصل کرتے تھے۔

خانقاہی نظام کے علمبردار اس قدر جلیل اور عظیم الشان انسان تھے کہ سطوط شاہی ان کے زیر پا تھی اور وہ اس سے بے نیاز تھے۔ وہ اللہ کی زمین پر :" ویخشونه ولا یخشون احدا الا الله ."کی زندہ تفسیر تھے اور تمکن ونیابت ارضی کے صحیح مصداق تھے۔ اس حقیقت کی مزید وضاحت ہمیں حضرت خواجہ بہاؤالدین نقشبندیؒ کے دور مبارک میں نظر آتی ہے۔ وہ اس طرح کہ ایک مرتبہ حضرت خواجہ بہاؤالدینؒ نے اپنے درویشوں سے فرمایا کہ ہماری خانقاہ کی دریاں' چٹائیاں غبار آلود ہو گئی ہیں۔ انہیں باہر لے جا کر جھاڑ دو۔ اتفاق کی بات کہ اس وقت میران شاہ فرمانروائے مختار اعیان مملکت کے ساتھ بازار سے گزر رہا تھا۔ گرد وغبار دیکھ کر وزرائے سلطنت نے میران شاہ کو ایک طرف ہونے کا مشورہ دیا۔ اس پر میران شاہ نے جواب دیا۔ میں چاہتا ہوں کہ حضرت خواجہ بہاؤالدین نقشبندیؒ کی خانقاہ کا گرد وغبار میرے جسم پر پڑ جائے اور وہ میری نجات کا موجب ہو۔ اس کی وفات پر حضرت خواجہ بہاؤالدینؒ نے فرمایا :

میران شاہ مرد وایمان بہ سلامت برد

محمود غزنوی سومنات پر فوج کشی سے پہلے حضرت ابوالحسن خرقانیؒ کی خانقاہ میں حاضر ہو کر طلبگار دعا ہوا۔ آپ نے اس کی فتح مندی کے لئے دعا کی اور جبہ مبارک بھی عطا فرمایا۔ شاہجہان اپنے صاحبزادوں کے ہمراہ اکثر حضرت میاں میر صاحبؒ کی بارگاہ میں حاضر ہو کر آپ کی پند وموعظت سے فیض یاب ہوتا تھا۔ جہانگیر نے ایک مرتبہ لاہور آکر حضرت میاں میر صاحبؒ کو اپنے پاس بلایا۔ فقر ودرویشی کے موضوعات پر گفتگو چل نکلی۔ وہ آپ کے ارشادات سے اس قدر متاثر ہوا کہ اس نے فقر اختیار کرنے کی آرزو کا اظہار کیا۔ آپ نے فرمایا کہ بادشاہ اگر رعایا کے حقوق کی پاسداری کرتا ہے تو وہ لباس شاہی میں فقیر ہے۔ بعد ازاں جہانگیر نے کہا کہ میں شہنشاہ ہند ہوں۔ آپ کی کوئی حاجت ہو تو بیان فرمائیں تاکہ اسے پورا کر دیا جائے۔ اس پر حضرت میاں میر صاحبؒ نے فرمایا میری آرزو ہے کہ آپ آئندہ مجھے اپنے دربار میں طلب نہ فرمائیں۔ دنیوی شان وشوکت سے بے نیاز اور ثروت شاہی سے استغنائے تام کی اس سے روشن تر مثال تاریخ کے صفحات میں نظر نہیں آسکتی۔ برہان المآثر میں لکھا ہے کہ جب حضرت بندہ نواز گیسو درازؒ دکن پہنچے تو سلطان فیروز شاہ نے علماء مشائخ اور لشکر شاہی کے ساتھ ان کا خیر مقدم کیا۔

حضرت نظام الدین محبوب الٰہیؒ کی خدمت اقدس میں محمد بن تغلق حاضری دے کر واپس لوٹا تھا کہ علاؤالدین حسن اپنے اقتدار سے ایک روز پہلے آپ کی زیارت کے لئے آیا۔ حضرت محبوب الٰہیؒ نے فرمایا:

سلطانے رفت وسلطانے آمد

اگر ان تمام تاریخی شواہد کا تجزیہ کیا جائے تو یہ بات اظہر من الشمس نظر آتی ہے کہ شاہان سلف اولیائے کرام کی عظمت کے نہ صرف معترف تھے بلکہ تیمن و تبرک کی خاطر ان کے گرد و غبار کو عزیز تر از جان سمجھتے تھے۔ اہل فقر و عرفان ہر چندے بے تاج تھے لیکن تاجداران زمانہ ان کے رعب و وقار سے لرزہ بر اندام تھے۔ دنیا میں گلیم پوش تھے مگر ارباب سریر و سپاہ ان کے حاشیہ بردار تھے' بے سروسامان تھے لیکن اصحاب جاہ و ثروت ان کی خاک بوسی کو سعادت دارین مترادف سمجھتے تھے۔

فقر خیبر گیر یا نان شعیر
بستہ فتر اک او سلطان و میر

قوت دیں بے نیاز یہائے فقر
حکمت دیں دلنواز یہائے فقر

پادشاہاں در قبا ہائے حریر
زرد روئی از سہم ان عریاں فقیر

بارھویں صدی کے اواخر میں دہلی' گجرات' مالوہ اور دکن میں صوفیائے کرام کی بے شمار خانقاہیں تھیں جو رشد و ہدایت کا منبع تھیں۔ دکن میں حضرت خواجہ برہان الدین غریبؒ پھر ان کے بعد حضرت گیسو درازؒ نے عظیم الشان خانقاہ قائم کی۔ شیخ عبدالحق رودلوی نے رودلی (ضلع بارہ بنکی) میں اپنی خانقاہ بنائی۔ بنگال میں حضرت سراج الدینؒ المعروف اخی سراج پھر ان کے خلفاء علاؤالحقؒ حضرت نور قطب عالمؒ اور میر سید اشرف جہانگیر سمنانیؒ نے ترویج شریعت کی بیش بہا خدمات انجام دیں۔ اس دور میں مسلمانوں کی گرتی ہوئی رفت کو بحال کرنے میں ان حضرات کا بڑا عمل دخل تھا۔ انہوں نے وہاں مسلمانوں کو کفار کے ظلم و استبداد سے نجات دلائی۔

اکابر مجددیہ کے روحانی اور تربیتی مراکز جن سے خلق خدا کو بے حساب فیوض و برکات نصیب ہوئے ان میں سب سے نمایاں اور ممتاز حیثیت حضرت امام ربانی مجدد الف ثانیؒ کی بارگاہ عالیہ کی ہے۔ لاکھوں کی تعداد میں اہل اسلام اس سرچشمہ انوار نبوی سے فیض یاب ہوئے۔ حضرت امام ربانی کے بعد آپ کے صاحبزادگان نے اس شجر بار آور کی مزید آبیاری کی اور ہزاروں کی تعداد میں آپ کے خلفاء اطراف و جوانب عالم میں پھیل گئے جس کے نتیجہ

میں اکابر مجددیہ نے ہندوپاک میں متعدد مقامات پر اپنی خانقاہیں قائم کیں۔ ان میں امتیازی شان کی حامل خانقاہ حضرات مرزا مظہر جان جاناںؒ شہید کی تھی جو خانقاہ مظہریہ سے موسوم تھی۔ یہیں سے امام الاولیاء حضرت شاہ غلام علی دہلویؒ فائز المرام ہوئے۔ آپ کے بعد آپ کے خلفاء میں سے حضرت ابو سعید دہلویؒ نے اس دینی مرکز میں مزید توسیع فرمائی۔ آپ کے صاحبزادے اور سجادہ نشین حضرت احمد سعید دہلویؒ نے حاجی دوست محمد قندھاریؒ کو خرقہ خلافت عطا فرما کر یہ حکم دیا کہ وہ اپنی خانقاہ ایک ایسے مقام پر بنائیں جو پنجابی اور پشتو دونوں زبانوں کے سنگم پر واقع ہو۔ چنانچہ حضرت حاجی صاحبؒ نے اس ارشاد کے بموجب موسیٰ زئی شریف کو اپنا مستقر بنایا اور یہاں اپنے شیخ کے نام نامی کی رعایت سے خانقاہ احمدیہ سعیدیہ قائم کی۔

اس خانقاہ کی بدولت ہزارہا گم گشتگان طریق کو راہ ہدایت نصیب ہوئی۔ حاجی صاحب کے خلفاء کے دست حق پرست پر بے شمار کفار مشرف بہ اسلام ہونے کے بعد علمائے دین اور حفاظ و قراء ہوئے۔

حاجی صاحبؒ کے بعد جس بے مثال اور عظیم المراتبت ہستی نے اس خانقاہ کی عظمت کو زندہ جاوید کر دیا اور اسے ذروہ علیین تک پہنچایا وہ حضرت خواجہ سراج الدینؒ تھے۔ آپ فقیر تھے اور شہنشاہ بھی۔

اکثر و بیشتر سینکڑوں افراد آپ کی خانقاہ میں موجود اور آپ کے مائدہ کرم کے ریزہ خوار رہتے تھے۔ حضرت خواجہ سراج الدینؒ کو نوادر کتب کی فراہمی کا بڑا شوق تھا۔ چنانچہ افغانستان' خراسان اور بلاد اسلامیہ سے آنے والے زائرین اپنے ہمراہ عربی و فارسی علوم کے بیش بہا نادر نمونے لاتے تھے۔ ان تمام امور کے باعث خانقاہ موسیٰ زئی شریف علمی و ادبی' دینی و روحانی فیوض کا ایک عظیم مرکز بن گئی۔ آپ کے بعد آپ کے خلیفہ اعظم حضرت مولانا ابو سعد احمد خانؒ نے اپنے شیخ طریقت حضرت خواجہ سراج الدینؒ کے نام مبارک کی مناسبت سے کندیاں شریف ضلع میانوالی کے قریب خانقاہ سراجیہ قائم کی جس کا فیض نصف صدی سے زائد جاری ہے۔

شیخ محمد اکرام مرحوم نے رود کوثر میں تحریر کیا ہے کہ پاکستان میں فیضان مجددیہ حضرت حاجی دوست محمد قندھاریؒ کی وساطت سے پھیلا ہے جن کا مرکز موسیٰ زئی شریف ہے اور موجودہ دور میں علم و عرفان کی شمع حضرت اقدس خواجہ خواجگان مولانا خواجہ خان محمد دامت برکاتہم العالیہ سے روشن ہے جو خانقاہ سراجیہ کے سجادہ نشین ہیں۔ متعنا اللہ بفیوض ہولا الا کابر دائما سرمداً۔

مبیں حقیر گدایان عشق را کایں قوم
شہان بے کمر وخسروان بے کلہ اند

☆......☆......☆

تحریر: مولانا اللہ وسایا

حاصل مطالعہ

ارسطو اور سکندر اعظم

فاتح عالم سکندر اعظم ایک بار اپنے استاد ارسطو کے ساتھ گھنے جنگل سے گزر رہے تھے۔ راستے میں ایک بہت بڑا برساتی نالا آگیا۔ نالا بارش کی وجہ سے طغیانی پر آیا ہوا تھا۔ استاد ارسطو اور شاگرد سکندر کے درمیان بحث ہونے لگی۔ خطرناک نالا پہلے کون پار کرے۔ سکندر مصر تھا کہ پہلے وہ جائے گا۔ کچھ ردو قدح کے بعد آخر ارسطو نے اس کی بات مان لی۔ پہلے سکندر نے نالا عبور کیا پھر ارسطو نے۔ شاگرد کو احتراما استاد کے پیچھے چلنا چاہئے۔ لہذا نالا عبور کر کے ارسطو نے سکندر سے پوچھا کہ تم نے آگے چل کر میری بے عزتی نہیں کی؟۔ سکندر نے ادب سے جواب دیا نہیں استاد! میں نے اپنا فرض پورا کیا۔ ارسطو رہے گا تو ہزاروں سکندر تیار ہو جائیں گے۔ لیکن سکندر ایک بھی ارسطو تیار نہیں کر سکتا۔

اللہ کے دشمنوں سے عداوت

وارثلہ بن اسقع فرماتے ہیں کہ آپ ﷺ نے فرمایا کہ قیامت کے دن اللہ رب العزت کے حضور ایک آدمی کو لایا جائے گا جس کا کوئی گناہ نہ ہوگا۔ اے اللہ رب العزت فرمائیں گے دو باتوں سے تجھے کونسی پسند ہے۔ اپنے اعمال کی جزا یا میری نعمت (رحمت) وہ آدمی عرض کرے گا یا اللہ آپ جانتے ہیں کہ میرا کوئی گناہ نہیں (گویا نیک اعمال کی بنیاد پر نجات چاہے گا) اللہ اس کی نیکیوں کے بدلے اپنی ایک نعمت منگوائیں گے۔ جو اس کے سب نیک اعمال پر بھاری ہوگی۔ اب وہ آدمی عرض کرے گا یا اللہ اپنی نعمت ورحمت کا معاملہ فرما۔ (آپ ﷺ نے فرمایا) ایک اور شخص لایا جائے گا جو یہ سمجھے گا کہ میرا کوئی گناہ نہیں تو اسے اللہ تعالیٰ فرمائیں گے کیا تو میرے محبوب بندوں سے تعلق رکھتا تھا؟۔ وہ کہے گا میں تو لوگوں سے کنارہ کش تھا۔ (یعنی نیکوں سے محبت نہ تھی) اللہ تعالیٰ فرمائیں گے کیا تو میرے دشمنوں سے عداوت وبغض رکھتا تھا؟۔ وہ کہے گا میری کسی شخص سے چھیڑ خوانی نہ تھی (یعنی اعداء اللہ سے بغض نہ تھا) تو اللہ رب العزت فرمائیں گے مجھے اپنی عزت کی قسم جس نے میرے دوستوں سے محبت اور میرے

دشمنوں سے بغض وعداوت نہیں رکھا آج اسے ذرہ برابر میری رحمت کا حصہ نہ ملے گا۔(درمنثور)

نوٹ: اس حدیث شریف سے معلوم ہوا کہ رحمت خداوندی میں حصہ پانے کے لئے جس طرح اللہ کے نیک بندوں سے محبت ضروری ہے اسی طرح اللہ کے دشمنوں یعنی دشمنان دین جیسے قادیانی وغیرہ سے بغض بھی ضروری ہے۔ورنہ اس کے بغیر نجات نہ ممکن ہے۔

جنازہ سیدنا صدیق اکبرؓ

علامہ رازی اپنی تفسیر میں حضرت ابوبکر صدیقؓ کی کرامت بیان کرتے ہوئے فرماتے ہیں کہ ابوبکر صدیقؓ کی کرامات سے ہے کہ جب آپ کے جنازہ کو مزار اقدس آنحضرت ﷺ پر لایا گیا تو پکار آئی سلام ہو آپ ﷺ پر اے اللہ کے رسول ﷺ یہ ابوبکرؓ آپ ﷺ کے دروازے پر ہیں۔(حجرہ اقدس)کا دروازہ کھلا اور غیب سے آواز آئی حبیب ﷺ کو حبیب ﷺ کے پاس پہنچادو۔(تفسیر کبیر ص ۸۷ ج ۲۱)

اسم محمد صلی اللہ علیہ وسلم کا آخرت میں ثمر

حدیث شریف میں ارشاد فرمایا گیا ہے کہ قیامت کے دن جب میدان حشر میں لوگ جمع ہوں گے حق تعالیٰ اپنے پیغمبر ﷺ کو یا محمد کہہ کر پکاریں گے تو حدیث میں فرمایا گیا ہے کہ جتنے لوگوں کے نام محمد ہوں گے ہر ایک یہ ہی سمجھے گا مجھے پکارا گیا ہے تو لاکھوں آدمی کھڑے ہو جائیں گے۔ حق تعالیٰ فرمائیں گے کہ ہم نے تو اپنے پیغمبر کو پکارا تھا۔ جنہیں ہم نے جنت میں بھیجنا تھا۔لیکن جب تم کھڑے ہو گئے تو تم بھی ان کے ساتھ جاؤ۔اب ہم تمہیں نھانا نہیں چاہتے۔اس نام کی برکت سے نجات اور مغفرت ہو جائے گی۔(خطبات شیخ الاسلام جلد نمبر ۶ ص ۳۲۴)

حضرت حذیفہ بن یمانؓ

جب ایران فتح ہوا تو حضرت حذیفہؓ سرکاری دعوت میں کھانا کھا رہے تھے لقمہ نیچے گرا تو اٹھا کر صاف کر کے آپ نے کھالیا۔خادم نے کہا کہ یہ لوگ (ایرانی) اسے معیوب سمجھیں گے کہ یہ کیسے حریص لوگ ہیں۔آپ نے فرمایا:" أأترك سنت جبسي لهنده الحمقاء ."کیا میں ان احمقوں کی خاطر اپنے حبیب ﷺ کی سنت کو چھوڑ دوں؟۔

اپریل فول مسلمانوں کے لئے حرام ہے

ریاض سعودی عرب کے مفتی اعظم شیخ عبدالعزیز بن عبداللہ آل شیخ نے فتویٰ دیا ہے کہ مسلمانوں کو

اپریل فول میں حصہ نہیں لینا چاہیئے۔ ایک سعودی اخبار "الریاض" کے مطابق انہوں نے تسلیم کیا کہ یہ مغربی روایت مسلمانوں میں عام ہوتی جارہی ہے۔ حالانکہ یہ کافروں کا شغل ہے۔ اسلام میں یہ حرام ہے کیونکہ صرف تین مواقعوں کے سوا کہیں بھی جھوٹ بولنے سے منع کیا گیا ہے۔

انہوں نے کہا جھوٹ کی صرف تب اجازت ہے جب لوگوں میں مصالحت کرانی ہو' جنگ کے دوران بولا جاسکتا ہے اور جب میاں بیوی کو ایک دوسرے کی عزت کا تحفظ کرنا ہو۔ (روزنامہ جنگ لاہور ۲اپریل ۲۰۰۱ء)

الشیخ محمد بن عبداللہ السبیل حفظ اللہ کا واضح فتویٰ

خانہ کعبہ و مسجد الحرام کے امام فضیلۃ الشیخ محمد بن عبداللہ السبیل نے اپنے ایک فتویٰ میں ریاض احمد گوہر شاہی بانی انجمن سر فروشان اسلام کو سب سے بڑا جھوٹا' گمراہ ترین' سب سے بڑا دھوکہ باز اور دجالوں میں سے ایک دجال قرار دیا ہے۔ الشیخ سبیل حفظ اللہ نے اپنے فتویٰ میں کہا ہے کہ کسی بھی شخص کی کوئی تصویر حجر اسود میں ظاہر نہیں ہوئی اور نہ حرمین شریفین کے اماموں میں سے کسی نے اس بات کی تصدیق کی ہے بلکہ حرمین شریفین میں حماد بن عبداللہ کا کوئی امام سرے سے موجود ہی نہیں۔ (نوائے وقت ۷ اپریل ۲۰۰۰ء)

☆............☆

فضیلت استغفار

حضرت ابو سعید خدریؓ سے روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا کہ جو شخص سونے کے لئے بستر پر لیٹتے وقت اللہ تعالیٰ کے حضور اس طرح توبہ و استغفار کرے اور تین دفعہ عرض کرے :

" استغفراللّٰہ الذی لااله الا هو الحی القیوم واتوب الیه ."

ترجمہ......" میں مغفرت اور بخشش چاہتا ہوں اس اللہ تعالیٰ سے جس کے سوا کوئی معبود نہیں اور وہ حی القیوم ہے۔ ہمیشہ رہنے والا ہے اور سب کا کارساز ہے اور میں اس کے حضور توبہ کرتا ہوں۔

اس کی فضیلت بیان کرتے ہوئے حضور ﷺ نے فرمایا کہ اس کے سب گناہ بخش دیئے جائیں گے اگرچہ وہ درختوں کے پتوں اور مشہور ریگستان عالج کے ذروں اور دنیا کے دنوں کی طرح بے شمار ہوں۔

(جامع ترمذی' معارف الحدیث)

قسط نمبر ۹

سید شمشاد حسین

اکابرین کا تقویٰ اور توکل

بزرگوں کا قول ہے کہ برے لوگوں کی صحبت سے تنہائی بہتر ہے اور تنہائی سے بہتر علماء کی مجلس میں بیٹھنا ہے۔ اور اگر علماء کی مجلس کا موقع نہ ہو تو اکابرین کے حالات زندگی کا مطالعہ بھی علماء کی مجلس کے قائم مقام ہو جاتا ہے۔ ابھی پچھلے دنوں احقر نے شیخ الحدیث حضرت مولانا محمد زکریا قدس سرہ کی آپ بیتی کا مطالعہ کیا تو ایمان تازہ ہوا۔ جی چاہا کہ چند ایمان افروز واقعات آپ حضرات کی خدمت میں پیش کروں کہ شاید یہی ذخیرہ آخرت بن جائے۔

رئیس المحدثین حضرت مولانا احمد علی صاحب سہارنپوریؒ

بخاری و ترمذی کتب حدیث کے محشی اور مشہور عالم و محدث ہیں۔ جب مظاہر العلوم کی قدیم تعمیر کے چندہ کے سلسلے میں کلکتہ تشریف لے گئے کہ وہاں مولانا کا اکثر قیام رہا ہے اور وہاں کے لوگوں سے وسیع تعلقات تھے تو مولانا مرحوم نے سفر سے واپسی پر اپنے سفر کی آمد و خرچ کا مفصل حساب مدرسہ میں داخل کیا تو وہ رجسٹر میں نے خود پڑھا۔ اس میں ایک جگہ لکھا تھا کہ کلکتہ میں فلاں جگہ میں اپنے دوست سے ملنے گیا تھا اگرچہ وہاں چندہ خوب ہوا لیکن میری سفر کی نیت دوست سے ملنے کی تھی چندہ کی نہیں۔ اس لئے وہاں کے سفر کا کرایہ مدرسہ کے اخراجات میں درج نہ کرایا۔

حضرت مولانا محمد مظہر صاحب نانوتوی قدس سرہ

جو گویا مظاہر العلوم کے بانی ہیں کا یہ معمول میری جوانی میں عام طور سے مشہور اور لوگوں کو معلوم تھا کہ مدرسہ کے اوقات میں جب کوئی مولانا قدس سرہ کا عزیز ذاتی ملاقات کے لئے آتا تو اس سے باتیں شروع کرتے وقت گھڑی دیکھ لیتے اور واپسی پر گھڑی دیکھ کر حضرت کی کتاب میں ایک پرچہ لکھا رہتا تھا۔ اس پر تاریخ اور منٹوں کا اندراج فرما لیتے تھے اور ماہ کے ختم پر ان کو جمع فرما کر اگر نصف یوم سے کم ہوتا تو آدھ روز کی رخصت اور اگر نصف یوم سے زیادہ ہوتا تو ایک یوم کی رخصت مدرسہ میں لکھوا دیتے۔

حضرت اقدس مولانا خلیل احمد سہارنپوری قدس سرہ

حضرت مولانا محمد یحییٰ صاحبؒ کے انتقال کے بعد حضرت سہارنپوریؒ نے فرمایا کہ مولوی یحییٰ صاحب چونکہ تنخواہ نہ لیتے تھے اور وہ میرے ساتھ ہی کام کرتے تھے۔اس لئے میں ایک مدرس کی تنخواہ لے لیتا تھا مگر اب ان کے انتقال کے بعد چونکہ میں اتنا کام نہیں کر سکتا اس لئے مجھے تنخواہ بھی نہیں لینی چاہیے۔ حضرت مولانا عبدالرحیم رائے پوریؒ اور حضرت حکیم الامت تھانویؒ کے باربار اصرار پر معمولی تنخواہ لینا قبول فرمایا۔ عرصہ دراز تک صرف چالیس روپے تنخواہ لیتے رہے۔جب بھی ممبران مدرسہ کی طرف سے اضافہ کے لئے پیش کش ہوتی تو ہر مرتبہ یہی فرماتے کہ میری حیثیت سے یہ بھی زیادہ ہے۔

حضرت شیخ الہندؒ

حضرت شیخ الہندؒ کے متعلق بھی اسی نوع کا قصہ معروف ہے کہ حضرت والا نے پچاس روپے سے زیادہ کے اضافے کو عرصہ دراز تک قبول نہ فرمایا۔

حضرت اقدس سہارنپوریؒ

حضرت اقدس سہارنپوریؒ کی خدمت میں ایک صاحب عزیزوں میں سے جو بڑے مرتبہ کے آدمیوں میں سے تھے ملاقات کے لئے تشریف لائے۔ حضرت سبق پڑھا رہے تھے۔ اختتام سبق تک تو حضرت نے توجہ ہی نہ فرمائی۔ ختم سبق کے بعد حضرت ان کے پاس تشریف لائے۔ انہوں نے اصرار کیا کہ حضرت وہیں تشریف رکھیں۔ حضرت نے ارشاد فرمایا کہ مدرسہ نے یہ قالین اسباق پڑھانے کے لئے دیا ہے۔ذاتی استعمال کے لئے نہیں۔ اس لئے اس قالین سے علیحدہ بیٹھ گئے۔ مظاہر العلوم کا جب سالانہ جلسہ ہوتا تھا میں نے اکابر مدرسین اور ملازمین میں سے کبھی کسی کو جلسہ کے کھانے یا چائے یا پان کھاتے نہیں دیکھا۔

حضرت مولانا ظہور الحق صاحبؒ

مدرس مدرسہ اس زمانے میں مطبخ طعام کے منتظم ہوتے تھے اور چوبیس گھنٹے مطبخ کے اندر رہتے تھے لیکن سالن' چاول وغیرہ کا نمک کسی طالب علم سے چکھواتے تھے خود نہیں چکھتے تھے۔جب وقت ملتا اپنے گھر جا کر کھانا کھا آتے۔ اسی طرح دیگر مدرسین مدرسہ کو میں نے کوئی شے چکھتے نہیں دیکھا۔

ان سب احتیاطوں کے باوجود حضرت سہارنپوریؒ جب ۴۴ ہجری میں مستقل قیام کے ارادے سے حجاز

تشریف لے گئے تو اپنا ذاتی کتب خانہ یہ فرما کر مدرسہ کے اندر وقف کر گئے تھے کہ نہ معلوم مدرسہ کے کتنے حقوق ذمہ رہ گئے ہوں گے۔

حضرت مولانا محمد یحییٰ قدس سرہ

جب کبھی گھر والے کہیں باہر گئے ہوتے تو والد صاحب (حضرت مولانا محمد یحییٰؒ) کا کھانا اسماعیل طباخ کے ہاں سے آتا۔ سردیوں کے زمانہ میں ٹھنڈا ہو جاتا تو حضرت والد صاحب مدرسہ کے حمام کے سامنے اندر نہیں باہر ہی رکھوا دیتے جو تھوڑی دیر میں گرم ہو جاتا تو یہ فرما کر تین روپے ہر ماہ چندہ کے اندر داخل فرمایا کرتے تھے کہ مدرسہ کی آگ سے انتفاع ہوا ہے۔ تنخواہ تو میرے والدؒ نے اپنے سات سالہ قیام مدرسہ میں کبھی لی ہی نہیں۔

شیخ المشائخ حضرت مولانا عبدالقادر رائے پوریؒ

طالب علمی کے زمانہ میں لحاف یا دیگر کپڑے نہ ہوتے۔ حمام کے باہر بیٹھ کر آگ سیکتے رہتے جب سب لوگ چلے جاتے تو مسجد کے دروازے بند کر کے ایک صف میں لپٹ کر سو جاتے اور تہجد کے وقت کروٹیں بدل بدل کر صف کھول لیتے مگر یہ آزمائشی حالت من جانب اللہ صرف ایک سال ہی رہی۔ اس کے بعد ہر سال ایک یا دو لحاف بہترین ہدیہ کے طور پر مل جاتے۔

حضرت مولانا محمد الیاسؒ

حضرت شیخ الحدیث کے ایک عزیز دہلی کی کسی مسجد میں امام تھے۔ وہ حضرت مولانا محمد الیاسؒ کے پاس بستی نظام الدین میں حاضر ہوئے۔ رمضان کا مہینہ تھا۔ دل میں سوچا تھا کہ رمضان میں کھانے پینے کو کچھ زیادہ ہی ملتا ہے مگر وہاں یہ حال تھا کہ عصر سے مغرب تک ذکر جہر کرتے رہے۔ مغرب کی نماز کے وقت افطاری کے لئے خدام سے فرمایا کہ کچھ ہے تو خدام نے عرض کیا کہ کچھ اور تو نہیں البتہ کل کے گولر بچے ہوئے ہیں۔ (گولر ایک بہت سادہ پھل کا نام ہے) فرمایا واہ! وہ لے آؤ۔ چار پانچ گولر تناول فرمائے اور پانی پی کر نوافل پڑھنے شروع کر دیئے۔ مغرب سے عشاء تک نوافل پڑھے اور پھر عشاء کے بعد تراویح ہوئی اور اس کے بعد لیٹ گئے۔ عزیز مہمان کھانے کا انتظار کرتے رہے۔ سحری میں بھی وہی گولر کھانے پڑے۔ صبح کو اٹھ کر عزیز مہمان نے دہلی جانے کی اجازت چاہی تو فرمایا نہیں نہیں ہرگز نہیں۔ آج آپ کو یہیں رہنا ہے۔ شام کو ایک ریڑھی پر بریانی کی ایک دیگ آگئی جو بڑی مزیدار تھی۔ حضرت نے فرمایا آؤ بھائی لطیف! یہ دیگ آپ کے لئے ہی آئی ہے۔ عزیز مذکور فرماتے تھے کہ دوسرے دن افطاری و سحری میں اتنی رغبت اور لذت سے پیٹ بھر کر کھائی کہ عمر بھر یاد رہے گی۔

قسط نمبر ۵

پروفیسر یوسف سلیم چشتی

شناخت مجدد

منقول از رسالہ کلمہ فضل رحمانی ص ۱۲۳ مولفہ قاضی فضل احمد

اس پیش گوئی کی تکمیل کے لئے مرزا قادیانی نے بعض اشخاص سے انعام کا وعدہ بھی کیا تھا۔ چنانچہ ذیل کی تحریر اس حقیقت پر شاہد ہے:

بیان کیا مجھ سے عبداللہ صاحب سنوری نے کہ ایک دفعہ حضرت صاحب جالندھر جاکر قریباً ایک ماہ ٹھہرے تھے اور ان دنوں میں محمدی بیگم کے ایک حقیقی ماموں نے محمدی بیگم کا حضرت صاحب سے رشتہ کرا دینے کی کوشش کی تھی مگر کامیاب نہیں ہوا۔ یہ ان دنوں کی بات ہے جب محمدی بیگم کا والد مرزا احمد بیگ ہوشیارپوری زندہ تھا اور ابھی محمدی بیگم کا مرزا سلطان محمد سے رشتہ نہیں ہوا تھا۔ محمدی بیگم کا یہ ماموں جالندھر اور ہوشیارپور کے درمیان یکہ میں آیا جایا کرتا تھا اور وہ حضرت صاحب سے کچھ انعام کا بھی خواہاں تھا اور چونکہ محمدی بیگم کے نکاح کا عقدہ زیادہ تر اسی شخص کے ہاتھ میں تھا اس لئے حضرت صاحب نے اس سے کچھ انعام کا وعدہ بھی کر لیا تھا۔"

خاکسار (مرزا بشیر احمد) عرض کرتا ہے کہ یہ شخص اس معاملہ میں بدنیت تھا اور حضرت صاحب سے فقط کچھ روپیہ اڑانا چاہتا تھا کیونکہ بعد میں یہی شخص اور اس کے دوسرے ساتھی اس لڑکی کے دوسری جگہ بیاہے جانے کا موجب ہوئے مگر مجھے والدہ صاحبہ سے معلوم ہوا ہے کہ حضرت صاحب نے بھی اس شخص کو روپیہ دینے کے متعلق بعض حکیمانہ احتیاطیں ملحوظ رکھی ہوئی تھیں۔ (سیرت المہدی حصہ اول ص ۱۹۲، ۱۹۳ روایت نمبر ۱۷۹ مولفہ مرزا بشیر احمد قادیانی)

جس دن مرزا قادیانی نے علی شیر بیگ کو خط لکھا تھا۔ اسی دن ایک اشتہار بھی شائع کیا تھا جس کی تفصیل ذیل میں درج کی جاتی ہے:

"میرا بیٹا سلطان احمد نام جو نائب تحصیلدار لاہور میں ہے اور اس کی تائی صاحبہ جنہوں نے اس کو بیٹا

بنایا ہوا ہے میری اس مخالفت پر آمادہ ہو گئے ہیں اور یہ سارا کام اپنے ہاتھ میں لے کر اس تجویز میں ہیں کہ عید کے دن یا اس کے بعد اس لڑکی کا کسی سے نکاح کیا جائے۔ اگر یہ اوروں کی طرف سے مخالفانہ کارروائی ہوتی تو ہمیں درمیان میں دخل دینے کی کیا ضرورت اور کیا غرض تھی۔ امر ربی تھا اور وہی اس کو اپنے فضل و کرم سے ظہور میں لاتا مگر اس کام کے مدار المہام وہ لوگ ہو گئے ہیں جن پر اس عاجز کی اطاعت فرض تھی۔ ہر چند سلطان احمد کو سمجھایا اور بہت تاکیدی خط لکھے کہ تو اور تیری والدہ اس کام سے الگ ہو جائیں ورنہ میں تم سے جدا ہو جاؤں گا اور تمہارا کوئی حق نہ رہے گا مگر انہوں نے میرے خط کا جواب تک نہ دیا اور بکلی مجھ سے بیزاری ظاہر کی۔ اگر ان کی طرف سے ایک تیز تلوار کا زخم بھی مجھے پہنچتا تو بخدا میں اس پر صبر کرتا لیکن انہوں نے دینی مخالفت کر کے مجھے بہت ستایا اور اس حد تک میرے دل کو توڑ دیا کہ میں بیان نہیں کر سکتا۔ عمداً چاہا کہ میں ذلیل کیا جاؤں۔ سلطان احمد ان دو بڑے گناہوں کا مرتکب ہوا۔ اول......... اس نے رسول اللہ ﷺ کے دین کی مخالفت کرنی چاہی اور یہ چاہا کہ دین اسلام پر تمام مخالفوں کا حملہ ہو اور یہ اپنی طرف سے ایک بنیاد رکھی ہے۔ اس امید پر کہ یہ جھوٹے ہو جائیں گے اور دین کی ہتک ہو گی اور مخالفوں کی فتح۔ اس نے اپنی طرف سے مخالفانہ تلوار چلانے میں کچھ فرق نہیں کیا.........

دوم......... سلطان احمد نے مجھے جو میں اس کا باپ ہوں سخت ناچیز قرار دیا اور میری مخالفت پر کمر باندھی اور قولی اور فعلی طور پر اس مخالفت کو کمال تک پہنچایا اور میرے دینی مخالفوں کو مدد دی......... اس لئے میں نہیں چاہتا کہ اب ان کا کسی قسم کا تعلق مجھ سے باقی رہے اور ڈرتا ہوں کہ ایسے دینی دشمنوں سے پیوند رکھنے میں معصیت نہ ہو۔ لہٰذا میں آج کی تاریخ کہ ۲ مئی ۱۸۹۱ء ہے عوام اور خواص پر بذریعہ اشتہار ہذا ظاہر کرتا ہوں کہ اگر یہ لوگ اس ارادہ سے باز نہ آئے اور وہ تجویز جو اس لڑکی کے ناطہ اور نکاح کرنے کی اپنے ہاتھ سے یہ لوگ کر رہے ہیں اس کو موقوف نہ کر دیا اور جس شخص کو انہوں نے نکاح کے لئے تجویز کیا ہے اس کو رد نہ کیا بلکہ اسی شخص کے ساتھ نکاح ہو گیا تو اسی نکاح کے دن سے سلطان احمد عاق اور محروم الارث ہو گا اور اسی روز سے اس کی والدہ پر میری طرف سے طلاق ہے اور اگر اس کا بھائی فضل احمد جس کے گھر میں مرزا احمد بیگ والد لڑکی کی بھانجی ہے اپنی اس بیوی کو اسی دن طلاق نہ دے جس دن اس کو نکاح کی خبر ہو تو پھر وہ بھی عاق اور محروم الارث ہو گا اور آئندہ ان سب کا کوئی حق میرے پر نہیں رہے گا اور اس نکاح کے بعد تمام تعلقات خویشی و قرابت و ہمدردی دور ہو جائیں گے اور کسی نیکی وبدی و رنج و راحت شادی و ماتم میں ان سے شراکت نہیں رہے

گی کیونکہ انہوں نے اب تعلقات توڑے .... سو اب ان سے تعلق رکھنا قطعاً حرام اور ایمانی غیوری کے برخلاف ہے اور ایک دیوثی کا کام ہے۔(اشتہار مرزا غلام احمد قادیانی ۲ مئی ۱۸۹۱ء مندرجہ تبلیغ رسالت ج ۲ ص ۹ تا ۱۱' مجموعہ اشتہارات ص ۲۱۹ تا ۲۲۱ ج ۱)

جب محترمہ محمدی بیگم کا نکاح مرزا سلطان محمد کے ساتھ ہو گیا تو مرزا قادیانی نے دونوں فرزندوں مرزا سلطان احمد اور مرزا فضل احمد سے لکھا کہ اگر مجھ سے تعلق رکھنا چاہتے ہو تو ان سب لوگوں سے جنہوں نے اس معاملہ میں میری مخالفت کی ہے قطع تعلق کرنا ہو گا ورنہ میں تم کو عاق کر دوں گا۔

مرزا سلطان احمد نے جواب دیا :

”مجھ پر تائی صاحبہ کے احسانات ہیں میں کسی حال میں ان سے قطع تعلق نہیں کر سکتا مگر مرزا فضل احمد نے لکھا کہ میرا آپ ہی کے ساتھ تعلق ہے۔اس پر حضرت صاحب نے جواب دیا کہ اگر یہ بات ہے تو اپنی بیوی (بنت مرزا علی شیر بیگ) کو طلاق دے دو(یہ نیک بخت اور بے گناہ عورت مرزا احمد بیگ پدر محمدی بیگم کی سگی بھانجی تھی) مرزا فضل احمد نے فوراً طلاق نامہ لکھ کر حضرت صاحب کے پاس روانہ کر دیا۔“(سیرت المہدی حصہ اول ص ۲۹ روایت نمبر ۳۷ مرزا بشیر احمد قادیانی)

اس کے کچھ عرصہ بعد مرزا قادیانی نے ضلع کچہری گورداسپور میں جو حلفیہ بیان دیا وہ ناظرین کی خدمت میں پیش کیا جاتا ہے :

”احمد بیگ کی دختر (محمدی بیگم) کی نسبت جو پیشگوئی ہے جو اشتہار میں درج ہے اور ایک مشہور امر ہے وہ مرزا امام الدین کی ہمشیرہ زادی ہے اور جو خط بنام مرزا احمد بیگ کلمہ فضل رحمانی میں ہے وہ میرا ہے اور سچ ہے وہ عورت (محمدی بیگم) میرے ساتھ نہیں بیاہی گئی مگر میرے ساتھ اس کا بیاہ ضرور ہو گا جیسا کہ پیشگوئی میں درج ہے۔وہ سلطان محمد سے بیاہی گئی جیسا کہ پیشگوئی میں تھا میں سچ کہتا ہوں کہ اسی عدالت میں جہاں ان باتوں پر جو میری طرف سے نہیں ہیں بلکہ خدا کی طرف سے ہیں ہنسی کی گئی ہے ایک وقت آتا ہے کہ عجیب اثر پڑے گا اور سب کے ندامت سے سر نیچے ہوں گے .... عورت اب تک زندہ ہے اور میرے نکاح میں یہ عورت ضرور آئے گی۔ (امید کیسی یقین کامل ہے۔) یہ خدا کی باتیں ہیں ٹلتی نہیں۔“(اخبار الحکم قادیان جلد ۵ شمارہ ۲۹ مورخہ ۱۰ اگست ۱۹۰۱ء)

مرزا قادیانی کو اپنی اس پیشگوئی کے پورا ہونے کا اس قدر یقین تھا کہ محمدی بیگم کا مرزا سلطان محمد سے

نکاح ہو جانے کے بعد انہوں نے یہ دعویٰ کیا کہ وہ عورت ضرور میرے نکاح میں آئے گی۔ چنانچہ ذیل کی تحریر اس پر شاہد ہے:

"میں تم سے یہ نہیں کہتا کہ یہ معاملہ (محمدی بیگم کے نکاح کا معاملہ) اتنے ہی پر ختم ہو گیا اور جو کچھ ظہور میں آیا ہے یہی آخری نتیجہ ہے اور پیشگوئی کی حقیقت اسی پر ختم ہو گئی بلکہ اصل معاملہ ابھی اسی طرح باقی ہے۔ کوئی شخص کسی حیلہ سے اس کو رد نہیں کر سکتا اور یہ تقدیر خدائے بزرگ کی طرف سے تقدیر مبرم ہے۔ عنقریب اس کا وقت آئے گا۔ قسم خدا کی جس نے حضرت محمد رسول اللہ کو بھیجا اور خیر الرسل اور خیر الوریٰ بنایا کہ یہ بالکل سچ ہے تم جلدی ہی دیکھ لو گے اور اس خبر کو اپنے سچ یا جھوٹ کا معیار بناتا ہوں اور میں نے جو کہا ہے یہ خدا سے خبر پا کر کہا ہے۔" (انجام آتھم ص ۲۲۳ خزائن ص ۲۲۳ ج ۱۱)

اس نکاح کے متعلق مرزا قادیانی کو جو الہام ہوا تھا وہ درج ذیل ہے:

"کہہ ہاں مجھے اپنے رب کی قسم ہے کہ یہ سچ ہے اور تم اس بات کو وقوع میں آنے سے روک نہیں سکتے ہم نے خود اس (محمدی بیگم) سے تیرا (عقد) نکاح باندھ دیا ہے۔ میری باتوں کو کوئی بدلا نہیں سکتا۔" (الہام مرزا غلام احمد قادیانی ۲۷ ستمبر ۱۸۹۱ء مندرجہ تبلیغ رسالت ج ۲ ص ۸۵ مجموعہ اشتہارات ص ۳۰۱ ج ۱)

القصہ جب محمدی بیگم کا نکاح مرزا سلطان محمد کے ساتھ ہو گیا تو لوگوں نے مرزا قادیانی کی پیشگوئی کے صحیح نہ نکلنے پر اعتراضات کئے۔ اس پر مرزا قادیانی نے ڈھائی سال کی میعاد مقرر کی کہ اس عرصہ میں اس کا خاوند مر جائے گا اور وہ پھر میرے نکاح میں آئے گی یعنی پہلے نفس پیشگوئی محمدی بیگم کا اپنے ساتھ نکاح تھی لیکن جب اس کی شادی مرزا سلطان محمد کے ساتھ ہو گئی تو نفس پیشگوئی مرزا سلطان محمد کی ڈھائی سال کی اندر موت قرار پائی۔

"میں بار بار کہتا ہوں کہ نفس پیشگوئی داماد احمد بیگ کی تقدیر مبرم ہے۔ اس کی انتظار کرو اور اگر میں جھوٹا ہوں تو یہ پیشگوئی پوری نہیں ہو گی اور میری موت آجائے گی۔" (حاشیہ انجام آتھم ص ۳۱ خزائن حاشیہ ص ۳۱ ج ۱۱ مصنفہ مرزا غلام احمد قادیانی)

لیکن جب ڈھائی سال کے عرصہ میں بھی مرزا سلطان محمد کی موت واقع نہ ہوئی تو غالباً اس کی جوانی پر ترس کھا کر مرزا قادیانی نے اس کی زندگی میں بلا تعین وقت توسیع منظور کرا لی مگر اس شرط پر کہ مرزا قادیانی کی زندگی ہی میں وفات پا جائے اور اس کی بیوہ مرزا قادیانی کے نکاح میں آجائے۔ چنانچہ لکھتے ہیں:

"لیکن اب بہتیرے جاہل اس میعاد گزرنے کے بعد ہنسی کریں گے اور اپنی بدنصیبی سے صادق (مرزا قادیانی) کا نام کاذب رکھیں گے لیکن وہ دن جلد آتے جاتے ہیں کہ جب یہ لوگ شرمندہ ہوں گے اور حق ظاہر ہوگا اور سچائی کا نور چمکے گا اور خدا تعالیٰ کے غیر متبدل وعدے پورے ہو جائیں گے کیا کوئی زمین پر ہے جو ان کو روک سکے؟............ اے بد فطر تو اپنی فطرتیں دکھاؤ۔ لعنتیں بھیجو ٹھٹھے کرو اور صادقوں کا نام کاذب اور دروغ گو رکھو لیکن عنقریب دیکھو گے کہ کیا ہوتا ہے۔ عذاب کی میعاد ایک تقدیر معلق ہوتی ہے لیکن نفس پیشگوئی یعنی اس عورت کا اس عاجز کے نکاح میں آنا یہ تقدیر مبرم ہے جو کسی طرح ٹل نہیں سکتی کیونکہ اس کے لئے الہام الٰہی میں یہ فقرہ موجود ہے کہ: " لا تبدیل لکلمات اللہ۔ "یعنی میری یہ بات ہرگز نہیں ٹلے گی۔ پس اگر ٹل جائے تو خدا تعالیٰ کا کلام باطل ہو جائے گا۔" (مرزا قادیانی کا اعلان ستمبر ۱۸۹۶ء مندرجہ تبلیغ رسالت ص ۱۱۵٬۱۱۶ ج ۳٬ مجموعہ اشتہارات ص ۴۳٬۴۴ ج ۲)

یہ واضح ہو کہ "عورت کا عاجز کے نکاح میں آنا" یہ بھی نفس پیشگوئی ہے اور "داماد احمد بیگ کی موت" یہ بھی نفس پیشگوئی ہے اور قاعدہ کی رو سے ان دونوں کا پورا ہونا مرزا قادیانی کی صداقت کے لئے ضروری تھا۔"

خیر جب "نادان مخالفین" نے پیشگوئیوں کے پورا نہ ہونے کی وجہ سے اعتراضات کئے تو مرزا قادیانی نے ان الفاظ میں جواب دیا:

"چاہئے تھا کہ ہمارے نادان مخالف (اس پیشگوئی کے) انجام کے منتظر رہتے اور پہلے ہی سے اپنی بدگوہری ظاہر نہ کرتے۔ بھلا جس وقت یہ سب باتیں پوری ہو جائیں گی تو کیا اس دن یہ احمق مخالف جیتے ہی رہیں گے اور کیا اس دن یہ تمام لڑنے والے سچائی کی تلوار سے ٹکڑے ٹکڑے نہیں ہو جائیں گے؟ (بیشک سب ٹکڑے ٹکڑے ہو گئے) ان بیوقوفوں کو کہیں بھاگنے کی جگہ نہیں رہے گی اور نہایت صفائی سے ناک کٹ جائے گی اور ذلت کے سیاہ داغ ان کے منحوس چہروں کو بندروں اور سوروں کی طرح کر دیں گے۔" (ضمیمہ انجام آتھم ص ۵۳٬ خزائن ص ۳۳۷ ج ۱۱ مصنفہ مرزا غلام احمد قادیانی)

جب لوگوں نے آتھم کے زندہ رہنے اور محمدی بیگم کے نکاح میں نہ آنے کی وجہ سے پے در پے اعتراضات کئے تو مرزا قادیانی نے جناب باری میں یوں دعا کی:

"میں (مرزا قادیانی) بالآخر دعا کرتا ہوں کہ اے خدائے قادر و علیم! اگر آتھم کا عذاب مہلک میں گرفتار ہونا اور احمد بیگ کی دختر کلاں (محمدی بیگم) کا آخر اس عاجز کے نکاح میں آنا یہ پیشگوئیاں تیری طرف سے

ہیں تو ان کو ایسے طور سے ظاہر فرما جو خلق اللہ پر حجت ہو اور کور باطن حاسدوں کا منہ بند ہو جائے اور اگر اے خداوند یہ پیشگوئیاں تیری طرف سے نہیں ہیں تو مجھے نامرادی اور ذلت کے ساتھ ہلاک کر۔ اگر میں تیری نظر میں مردود اور ملعون اور دجال ہی ہوں جیسا کہ مخالفوں نے سمجھا ہے۔" (تبلیغ رسالت ج ۳ ص ۱۱۶، مجموعہ اشتہارات ص ۱۱۵، ۱۱۶ ج ۲)

حاصل داستاں یہ کہ نہ محمدی بیگم نکاح میں آئی اور نہ مرزا قادیانی کی زندگی میں مرزا سلطان محمد کی موت واقع ہوئی۔ اغیار کیا اپنوں کو بھی بادل ناخواستہ تسلیم کرنا پڑا کہ یہ پیشگوئی پوری نہیں ہوئی۔ چنانچہ مرزا قادیانی کے مرید لاہوری قادیانیوں کے امام محمد علی قادیانی لکھتے ہیں :

"یہ سچ ہے کہ مرزا صاحب نے کہا تھا کہ نکاح ہوگا اور یہ بھی سچ ہے کہ نکاح نہیں ہوا لیکن ایک ہی بات کو لے کر سب باتوں کو چھوڑ دینا ٹھیک نہیں ہے۔ صرف ایک پیشگوئی لے کر بیٹھ جانا اور باقی پیشگوئیوں کو چھوڑ دینا یہ طریق انصاف نہیں ہے۔" (پیغام صلح لاہور ۱۶ جنوری ۱۹۲۱ء)

اس شہادت سے یہ بات ثابت ہوگئی کہ پیشگوئی پوری نہیں ہوئی باقی جو کچھ محمد علی قادیانی نے لکھا وہ ان کی عقیدت مندی کا مظاہرہ ہے جس سے ہمیں کوئی سروکار نہیں۔ اگر کوئی شخص کسی کے ساتھ اس سے بھی زیادہ عقیدت رکھے تو اس روشنی کے زمانہ میں اسے پورا اختیار حاصل ہے۔

ہاں ہمیں اس تحریر سے محمد علی قادیانی کا معیار صداقت ضرور معلوم ہوگیا۔ یعنی اگر کوئی شخص دس باتیں کہے اور ان میں سے چار جھوٹی ہوں تو وہ شخص جھوٹا نہیں ہے بلکہ سچا ہی ہے۔ دلیل یہ ہے کہ اس گفتگو میں جھوٹ کم اور سچ زیادہ ہے۔

ریاضی کے انداز میں کسی کے جھوٹے یا سچے ہونے کا معیار یہ ہے :

۱............دس میں دس سچی تو وہ آدمی سچا۔

۲............دس میں چھ سچی چار جھوٹی تو بھی وہ آدمی سچا۔

۳............دس میں پانچ سچی پانچ جھوٹی تو وہ آدمی نہ جھوٹا نہ سچا۔

۴............دس میں چھ جھوٹی چار سچی تو وہ آدمی جھوٹا۔

پہلے زمانہ میں اگر کسی شخص کی ایک بات بھی جھوٹی ثابت ہو جاتی تھی تو اس کا نام سچوں کی فہرست سے خارج ہو جاتا تھا اور ہمیشہ کے لئے وہ شخص ناقابل اعتبار قرار پاتا تھا۔ چنانچہ صدر اسلام میں جس شخص کے متعلق

کذب کا احتمال بھی ہو جاتا تھا اس کی روایت قبول نہیں کی جاتی تھی لیکن دنیا کو محمد علی قادیانی کا شکر گزار ہونا چاہئے کہ اب یہ دشواری دور ہو گئی :"ایک ہی بات کو لے کر سب باتوں کو چھوڑ دینا ٹھیک نہیں ہے کسی امر کا فیصلہ مجموعی طور پر کرنا چاہئے۔"کتنا عمدہ اصول ہے جو محمد علی قادیانی نے جوش عقیدت میں وضع فرمایا ہے۔ اس معیار کی رو سے وہ تمام جھوٹے آدمی جنہوں نے اپنی زندگی میں جھوٹ کم اور سچ زیادہ بولا یا دو چار جھوٹ بولے جھوٹے قرار نہیں دیئے جاسکتے۔ سب صادقوں کی فہرست میں داخل ہو گئے۔ محمد علی قادیانی نے اپنے مرشد کو صادق ثابت کرنے کے جوش میں حق وباطل صدق وکذب دونوں کا معیار ہی بدل دیا۔ میرا خیال ہے کہ آئندہ زمانہ میں جب لوگوں کی عقلیں بہت زیادہ دقیقہ رس اور نکتہ شناس ہو جائیں گی اس وقت محمد علی قادیانی کا یہ معیار حکمائے وقت سے خراج تحسین حاصل کرے گا اور مذہبی دنیا کا معمول یہ قرار پائے گا۔ کیسا دلچسپ اور روح افروز ہو گا وہ نظارہ جب آئندہ زمانہ میں بعض بلید الذہن لوگ کسی شخص کے متعلق یہ کہیں گے کہ یہ شخص جھوٹا ہے کیونکہ اس نے فلاں فلاں موقعوں پر جھوٹ بولا تو محمد علی قادیانی کے معیار کے ماننے والے جواب میں کہیں گے کہ نہیں پہلے یہ دیکھو کہ اس نے جھوٹ کس قدر بولا اور سچ کس قدر بولا۔ اگر سچ کا پلا بھاری ہے تو جدید نظریہ کی رو سے یہ شخص کاذب نہیں بلکہ صادق ہے۔

سچ کہا ہے کسی نے :" حبك الشي يعم ويصم ۔"

ناظرین! یہ تو ایک ضمنی بحث تھی جو درمیان میں آگئی۔ اب میں اصل مطلب کی طرف رجوع کرتا ہوں :

ا............ میرا ہرگز یہ ارادہ نہ تھا کہ مرزا قادیانی کی زندگی کے اس عبرتناک واقعہ کو زیر بحث لاؤں لیکن میں مجبور ہوں لاہوری جماعت کا دعویٰ ہے کہ مرزا قادیانی مجدد تھے 'امام وقت تھے' نائب رسول اللہ تھے' خدا کے برگزیدہ تھے اور ان کے دامن سے وابستگی ہر مسلمان کے لئے ضروری ہے جو انہیں مجدد صدی چہاردہم تسلیم نہیں کرتا وہ کافر تو نہیں لیکن ایک شدید غلطی کا مرتکب ضرور ہوتا ہے۔ اس لئے مجھ پر فرض ہے کہ میں ان کی سیرت کا بامعان نظر مطالعہ کروں اور یہ دیکھوں کہ ان کی زندگی میں شان مجددیت پائی جاتی ہے ؟ کیا وہ اس لائق ہیں کہ دینی معاملات میں انہیں حکم اور عدل تسلیم کرلوں ؟ ہر مجدد کے لئے حقیقی معنی میں مومن ہونا شرط ہے اور مومن کے لئے متقی ہونا لازمی ہے۔ پس میں اس منطقی ترتیب سے چلتا ہوں کہ سب سے پہلے یہ دیکھا جائے کہ وہ متقی بھی تھے یا نہیں ؟۔ مجددیت کا رتبہ تو بہت بلند ہے۔

جاننا چاہئے کہ متقی وہ نہیں جو محض :

۱............ نماز روزہ کا پابند ہو...... یا

۲............ وضع قطع ظاہری مسلمانوں کی سی رکھتا ہو...... یا

۳............ صاحب تصانیف ہو...... یا

۴............ مناظرے کر سکتا ہو یا

۵............ اسلام کی حقانیت کے اثبات میں جلی قلم سے اشتہارات شائع کر سکتا ہو...... یا

۶............ پیشگوئیاں مشتہر کر سکتا ہو...... یا

۷............ ان کو اپنے صدق و کذب کا معیار بنا سکتا ہو...... یا

۸............ انعامی اشتہارات نکال سکتا ہو...... یا

۹............ حکومت کی تعریف و توصیف میں تیغ قلم کے جوہر دکھا سکتا ہو...... یا

۱۰............ اپنے مخالفین کو "ذریۃ البغایا" کا لقب دے سکتا ہو...... یا

۱۱............ بہشتی مقبرہ کی بنیاد ڈال سکتا ہو...... یا

۱۲............ طاعون اور زلزلوں کی خبر دے سکتا ہو۔

بلکہ متقی وہ ہے جو خدا ترس ہو' تقویٰ اور طہارت کی راہوں پر گامزن ہو۔ اس کے ہاتھ یا زبان سے کسی کو ایذاء نہ پہنچے اور سب سے بڑھ کر یہ کہ وہ کسی کی دل آزاری نہ کرے کسی کو بیجا نہ ستائے' لطف و کرم اور فضل و رحم کا مجسمہ ہو۔

مرزا قادیانی نے محترمہ محمدی بیگم کے ساتھ اپنے نکاح کی پیشگوئی کی۔ اچھا کیا۔ یہ انا الحق کہو اور پھانسی نہ پاؤ کا زمانہ ہے ہر شخص آزاد ہے۔ میں اگر چاہوں تو ایک نہیں دس پیشگوئیاں شائع کر سکتا ہوں کسی میں طاقت نہیں جو میرا مزاحم ہو سکے لیکن اس پیشگوئی کے سلسلہ میں جو اقوال و افعال مرزا قادیانی سے سرزد ہوئے وہ میری رائے میں ایک مجدد کے شایان شان نہیں ہیں اور یہ بات میں کسی سے سن کر نہیں بلکہ اعلیٰ وجہ البصیرت کہتا ہوں۔ چنانچہ ذیل میں اپنے اس دعویٰ پر دلائل قاطعہ پیش کر کے فیصلہ ناظرین پر چھوڑتا ہوں :

چومی بینم کہ نابینا و چاہ است
اگر خاموش نشینم گناہ است

میں نے یہ مضمون محض اپنے مسلمان بھائیوں کی دینی اور مذہبی اور ایمانی خدمت کی نیت سے لکھا ہے۔ حاشا کسی کی دل آزاری یا تنقیص مد نظر نہیں ہے۔ حقیقت حال سے آگاہ کرنا میرا فرض ہے۔ اس کے بعد حق وباطل میں امتیاز کرنا یہ ناظرین کا کام ہے: ’’وما علینا الا البلاغ المبین ۔‘‘

لیکن اس بحث کو شروع کرنے سے پہلے ایک غلط خیال کا ازالہ کرنا ضروری سمجھتا ہوں جو عام طور سے ہمارے قادیانی بھائیوں کے دلوں میں جاگزیں ہو گیا ہے کہ مرزا قادیانی سلطان القلم تھے۔ میں نے اس سے پہلے بھی ایک جگہ لکھا ہے کہ عربی یا فارسی در کنار مرزا قادیانی تو اردو بھی صحیح نہیں لکھ سکتے تھے۔ اس باب میں چونکہ ان کے کئی خطوط نقل کئے ہیں۔ لہذا جی چاہتا ہے کہ ان کی انشاء پردازی پر بھی ایک چھچلتی ہوئی نظر ڈال دوں۔ خدا معلوم پھر اس کی باری آئے یا نہ آئے۔

مرزا قادیانی نے مشفقی مرزا علی شیر بیگ صاحب کو ہموار کرنے اور راہ راست پر لانے کے لئے جو خط لکھا تھا وہ میں نقل کر چکا ہوں۔ یہ خط مرزا قادیانی نے ۱۸۹۱ء میں لکھا تھا جبکہ ان کی عمر اپنے ہی قول کے مطابق ۵۲ سال کی تھی۔ پس کوئی شخص یہ کہہ کر پیچھا نہیں چھڑا سکتا کہ یہ تحریر مرزا قادیانی کے زمانہ طفولیت کی ہے۔ اس لئے اس میں انشاء اور ادب زبان اور محاورہ کی خامیاں نظر انداز کر دینے کے لائق ہیں۔ یہ اس زمانہ کی تحریر ہے جب وہ بہت سی کتابوں کے مصنف بن چکے تھے اور مرتبہ مجددیت پر فائز ہو چکے تھے۔ ناظرین کی سہولت کی خاطر پہلے میں مرزا قادیانی کی عبارت لکھتا ہوں اور پھر اس کی اغلاط نمایاں کرتا ہوں:

۱............ مشفقی مرزا علی شیر بیگ صاحب سلمہ اللہ تعالیٰ

☆............ مرزا قادیانی عربی دان تھے۔ علی شیر بیگ سے خطاب کر رہے ہیں لیکن سلمہ کی ’’ہ‘‘ صیغہ واحد غائب ہے۔

۲............ مجھ کو آپ سے کسی طرح سے فرق نہ تھا۔

☆............ کس قدر غیر مانوس اور بھونڈی عبارت ہے۔ مطلب یہ ہے کہ میرے دل میں آپ کی طرف سے کوئی فرق نہ تھا۔

۳............ میں آپ کو ایک غریب طبع اور نیک خیال آدمی سمجھتا ہوں۔

☆............ غریب طبع کی ترکیب غیر مانوس اور خلاف محاورہ اہل زبان ہے۔ حلیم الطبع چاہئے۔

۴............ آپ سمجھ سکتے ہیں کہ اس نکاح کے شریک میرے سخت دشمن ہیں بلکہ میرے کیا دین

اسلام کے سخت دشمن ہیں۔

☆.......... یہ عبارت یوں چاہیے۔ آپ سمجھ سکتے ہیں کہ جو لوگ اس نکاح کے حامی ہیں وہ میرے سخت دشمن ہیں۔ نکاح تو اس وقت تک ہوا ہی نہیں تھا پھر نکاح کے شریک کیا معنی؟ دوسری غلطی ہے کہ ”میرے کیا“ سے پہلے لفظ ”بلکہ“ زائد ہے۔

۵.......... یہ اپنی طرف سے ایک تلوار چلانے لگے ہیں۔ اب مجھ کو بچالینا اللہ تعالیٰ کا کام ہے۔

☆.......... لفظ ”اب“ اس جگہ غیر مناسب ہے کیونکہ ابھی تلوار نہیں چلی ہے۔ یوں لکھتے تو بہتر تھا ”اس حملہ سے مجھ کو بچانا اللہ تعالیٰ ہی کا کام ہے۔“

۶.......... مگر یہ تو آزمایا گیا۔

☆.......... غیر مانوس ہے۔ یہ لکھنا چاہیے تھا ”مگر یہ تو ثابت گیا۔“

۷.......... وہی میرے خون کے پیاسے ہیں وہی میری عزت کے پیاسے ہیں۔

☆.......... عزت کے پیاسے خلاف محاورہ ہے ”میری بے عزتی کے خواہاں ہیں“ لکھتے تو مناسب تھا۔

۸.......... اور اس کا روسیاہ ہو۔

☆.......... خلاف محاورہ ہے۔ یوں بولتے ہیں اور وہ روسیاہ ہو۔

۹.......... ہم اپنے بھائی کے خلاف مرضی نہ کریں گے۔

☆.......... یوں چاہیے ”ہم اپنے بھائی کی مرضی کے خلاف نہیں کریں گے۔

۱۰.......... بیوی صاحب

☆.......... بیوی صاحبہ چاہیے۔

۱۱.......... اس سے ہمارا کیا باقی رہ گیا؟

☆.......... غیر مانوس اور مبہم ہے مرزا قادیانی کا مطلب یہ ہے ہمارا اس سے کوئی تعلق نہیں۔

۱۲.......... تو میرے بیٹے کے تعلق رکھنے کی کیا حاجت ہے؟

☆.......... تو میرے بیٹے سے تعلق رکھنے کی کیا حاجت ہے؟

۱۳.......... پھر جیسا کہ آپ کی خود منشاء ہے

☆............پھر کی جگہ ''تو'' چاہئے

۱۴............یہ ارادہ اس کا بند کرادو گے۔

☆............''ارادہ بند کرنا'' آج تک نہیں سنا تھا۔

۱۵............فضل احمد کو ہر طرح سے درست کر کے آپ کی لڑکی کی آبادی کے لئے کوشش کروں گا۔

☆............کیا فصیح و بلیغ اردو ہے؟ مطلب یہ ہے کہ فضل احمد کو ہر طرح سے سمجھا بجھا کر آپ کی لڑکی کی بہبود کے لئے کوشش کروں گا۔

۱۶............اس وقت کو سنبھال لیں۔

☆............یہ محاورہ بھی مرزا قادیانی کے اجتہادات میں سے ہے۔ اردو زبان میں تو کہیں نظر نہیں پڑا۔ مطلب یہ ہے کہ وقت کی نزاکت کا احساس فرمایئے۔

میرا خیال ہے کہ ان اغلاط کے دیکھنے کے بعد ہر مصنف مزاج انسان اسی نتیجہ پر پہنچے گا کہ مرزا قادیانی کو اردو زبان پر بھی قدرت حاصل نہ تھی۔ پس انہیں سلطان القلم کہنا ایسا ہی ہے جیسا کسی مرقات کے پڑھنے والے کو فاضل الٰہیات کہنا۔

اس کے بعد اب میں نفس مضمون کی طرف واپس آتا ہوں:

۱............مرزا قادیانی نے محمدی بیگم کے ساتھ نکاح کی پیشگوئی شائع فرمائی۔

۲............اس پیشگوئی کی تصدیق اور توثیق کے لئے آنحضرت ﷺ کی ایک پیشگوئی اپنی طرف منسوب کی کہ: ''یتزوج ویولدله. ''یعنی وہ (مسیح موعود) بیوی کرے گا اور صاحب اولاد بھی ہوگا۔ بقول مرزا قادیانی تزوج سے وہ خاص تزوج مراد ہے جو بطور نشان ہوگا اور اولاد سے مراد وہ خاص اولاد ہے جس کی نسبت اس عاجز (مرزا قادیانی) کی پیشگوئی موجود ہے۔

۳............لڑکی کے والدین اور اقارب اس معاملہ میں مزاحم ہوں گے لیکن انجام کار وہ سب خائب وخاسر ہوں گے اور اس لڑکی کے ساتھ نکاح ہوگا۔ خدا تعالیٰ ہر طرح سے اس کو تمہاری طرف لائے گا۔ باکرہ ہونے کی حالت میں یا بیوہ کر کے اور ہر ایک روک کو درمیان سے اٹھا دے گا اور اس کام کو ضرور پورا کرے گا۔ کوئی نہیں جو اس کو روک سکے۔

۴............ مرزا قادیانی نے خدا سے الہام پا کر لڑکی کے والدین کو لکھا کہ اگر نکاح سے انحراف کیا تو اس لڑکی کا انجام نہایت ہی برا ہوگا۔ جس کے ساتھ اس کی شادی ہوگی وہ ڈھائی سال تک اور لڑکی کا والد تین سال تک فوت ہو جائے گا اور ان کے گھر پر بقول مرزا قادیانی تفرقہ اور تنگی اور مصیبت پڑے گی اور درمیانی زمانہ میں بھی اس دختر کے لئے کئی کراہیت اور غم کے امر پیش آئیں گے۔

۵............ مرزا قادیانی نے مرزا احمد بیگ کو اس نکاح کے لئے لالچ بھی دیا اور دھمکیاں بھی دیں۔ مجھے اس زمین کے ہبہ کرنے کا حکم مل گیا ہے جس کے تم خواہشمند ہو بلکہ اس کے ساتھ اور زمین بھی دی جائے گی اور دیگر مزید احسانات تم پر کئے جائیں گے۔ بشرطیکہ اپنی بڑی لڑکی کا نکاح مجھ سے کردو۔ ورنہ خبردار ہو جاؤ۔ مجھے خدا نے یہ بتلایا ہے کہ اگر تم نے کسی اور سے اس لڑکی کا نکاح کیا تو تم نکاح کے بعد تین سال کے اندر مر جاؤ گے۔

۶............ مرزا قادیانی نے اپنے سمدھی علی شیر بیگ کو خط لکھا کہ آپ اس پیشگوئی کی تکمیل میں میرے معاون بنیں اور میرے مخالفین کو راہ راست پر لائیں۔

۷............ مرزا قادیانی نے اپنی سمدھن کو خط لکھا کہ اپنے بھائی مرزا احمد بیگ کو سمجھا بجھا کر راضی کرو ورنہ میں اپنے بیٹے سے کہہ کر تمہاری لڑکی کو طلاق دلوادوں گا۔

۸............ مرزا قادیانی نے محمدی بیگم کے والد کو خط لکھا جس کا لب ولہجہ نہایت مصالحانہ تھا اور ان سے درخواست کی کہ آپ اپنے ہاتھ سے اس پیشگوئی کے پورا ہونے کے لئے معاون بنیں۔ کیونکہ ہزاروں پادری شرارت سے نہیں بلکہ حماقت سے اس پیشگوئی کے جھوٹی نکلنے کے منتظر ہیں۔

۹............ مرزا قادیانی نے محمدی بیگم کے ایک ماموں سے کچھ انعام کا وعدہ بھی کیا تھا اور اس انعام کے متعلق بعض حکیمانہ احتیاطیں ملحوظ رکھی ہوئی تھیں۔

۱۰............ ۱۹۰۱ء میں مرزا قادیانی نے عدالت میں حلفی بیان کے سلسلہ میں یہ کہا کہ اگرچہ اس عورت کا (محمدی بیگم کا) نکاح میرے ساتھ نہیں ہوا ہے لیکن میرے ساتھ اس کا بیاہ ضرور ہوگا۔ میرے نکاح میں وہ عورت ضرور آئے گی یہ خدا کی باتیں ہیں ٹلتی نہیں ہو کر رہیں گی۔

۱۱............ مرزا قادیانی نے اس نکاح کو اپنے سچے یا جھوٹے ہونے کا معیار قرار دیا تھا۔

۱۲............ خدا نے عرش پر مرزا قادیانی کے ساتھ محمدی بیگم کا نکاح باندھا۔

۱۳............ محمدی بیگم کا نکاح میں آنا تقدیر مبرم قرار دیا۔

۱۴............ اپنے مخالفین کی نسبت لکھا کہ جب یہ پیشگوئی ہوگی تو ان بیوقوفوں کی ناک نہایت صفائی سے کٹ جائے گی اور ذلت کے سیاہ داغ ان کے چہروں کو بندروں اور سوروں کی طرح کردیں گے۔

۱۵............ سلطان محمد کی موت کو تقدیر مبرم قرار دیا اور یہاں تک لکھا کہ اگر میں جھوٹا ہوں تو یہ پیشگوئی پوری نہیں ہوگی اور میری موت آجائے گی۔

۱۶............ مرزا قادیانی نے خدا کی جناب میں دعا کی کہ اے خدا اگر یہ پیشگوئیاں تیری طرف سے نہیں ہیں تو مجھے نامرادی اور ذلت کے ساتھ ہلاک کر۔

۱۷............ سخت بیماری کی حالت میں جبکہ مرزا قادیانی نے وصیت بھی کر دی تھی اس پیشگوئی کی نسبت خیال کیا (کہ میرا دم آخر ہے اور پیشگوئی پوری نہیں ہوئی) تو ایسی حالت میں الہام ہوا: ”الحق من ربك فلا تكن من الممترين۔“ (ازالہ اوہام ص ۳۹۸‘ خزائن ص ۳۰۶ ج ۳ مصنفہ مرزا قادیانی)

۱۸............ جب سب کچھ ہو چکا تو مرزا قادیانی نے اپنے بڑے بیٹے سلطان احمد کو عاق کر دیا اور چھوٹے بیٹے فضل احمد نے اپنی زوجہ عزت بی بی کو طلاق دے دی اور طلاق نامہ مرزا قادیانی کے پاس روانہ کر دیا۔

۱۹............ مرزا قادیانی نے حسب اعلان ۲ مئی ۱۸۹۱ء اپنی پہلی بیوی کو جنہیں لوگ عام طور پر ”پھجے دی ماں“ کہا کرتے تھے طلاق دے دی کیونکہ انہوں نے مرزا قادیانی کے دشمن مرزا احمد بیگ سے اپنے تعلقات منقطع نہیں کئے۔

۲۰............ قصہ مختصر یہ پیشگوئی جسے مرزا قادیانی نے خدا سے الہام پاکر بڑے شدومد کے ساتھ شائع کیا تھا‘ جسے اپنے صدق یا کذب کا معیار قرار دیا تھا‘ جس کے پوری ہونے کے لئے انہوں نے جناب باری میں نہایت عاجزی کے ساتھ دعا کی تھی‘ بلکہ مرزا علی شیر بیگ اور مرزا احمد بیگ کو نہایت درد بھرے خطوط لکھے تھے‘ جس کے لئے لڑکی کے ماموں کو حکیمانہ مصالح کے ماتحت انعام کا وعدہ بھی کیا تھا‘ جس کے پوری نہ ہونے کا انہیں اس درجہ یقین تھا کہ انہوں نے اپنے مخالفین کو نہایت مکروہ اور نازیبا الفاظ میں یاد کیا تھا۔ ہاں! ہاں! وہی پیشگوئی جس کے وقوع کو انہوں نے تقدیر مبرم قرار دیا تھا‘ جس کی تائید میں حدیث نبوی پیش کی‘ نصوص قرآنیہ پیش کی تھیں‘ جس کی تکمیل آسمان پر ہو چکی تھی‘ جس کی تشہیر زمین پر ہو چکی تھی‘ جس کے لئے لاہور میں ہزاروں مسلمانوں نے بعد نماز دعا کی تھی‘ ہاں ہاں وہی پیشگوئی جو سات سال تک موافقین اور مخالفین دونوں

کو سامان ہنگامہ آرائی بہم پہنچاتی رہی' جس کی بدولت مرزا قادیانی نے اپنی پہلی بیوی کو طلاق دی' بڑے بیٹے کو عاق کیا' چھوٹے بیٹے کی بیوی کو طلاق ملی' دشمنوں کے گھر گھی کے چراغ روشن ہوئے' دوستوں پر برسوں تک درجاء کی روح فرسا کیفیت طاری رہی اور بالآخر انہیں سخت مایوسی ہوئی۔ دنیا میں رسوائی ہوئی' نہ پوری ہونی تھی نہ پوری ہوئی۔ حتیٰ کہ مرزا قادیانی اس سرائے فانی سے عالم جاودانی کو سدھار گئے۔ اغیار تو درکنار اپنوں نے بھی تسلیم کیا کہ یہ سچ ہے کہ مرزا قادیانی نے پیشگوئی کی تھی کہ نکاح ہوگا اور یہ بھی سچ ہے کہ نکاح نہیں ہوا۔" (پیغام صلح ۲۱ جنوری ۱۹۲۱ء)

ناظرین کہیں گے کہ جب اپنوں اور بیگانوں کو مسلم ہے کہ محمدی بیگم کے نکاح کی پیشگوئی پوری نہیں ہوئی تو پھر اس قدر خامہ فرسائی کی ضرورت کیا تھی؟۔ جس طرح کسی اختصار پسند بزرگ نے سورہ یوسف کو بایں الفاظ بیان کردیا ہے: "پیرے بود پورے داشت گم کرد باز یافت" اسی طرح میں بھی لکھ دیتا کہ مرزا قادیانی نے بذریعہ الہام ربانی یہ پیشگوئی کی تھی کہ مرزا احمد بیگ کی دختر کلاں میرے نکاح میں آئے گی لیکن وہ عفیفہ ان کے نکاح میں نہ آئی اور پیشگوئی پوری نہ ہوئی۔ آخر اس طومار سے کیا مقصد مد نظر ہے؟۔

ناظرین کا استعجاب بجا و درست ہے لیکن اس پیشگوئی کو اس قدر تفصیل کے ساتھ لکھنے سے میرا مقصد یہ دکھانا نہیں تھا کہ مرزا قادیانی کی فلاں پیشگوئی پوری نہیں ہوئی۔ اگر یہ محض پیشگوئی ہوتی تو واقعی اس قدر تفصیل کی ضرورت نہ تھی۔ ایک پیشگوئی کے سچی نہ نکلنے سے موجودہ زمانہ میں دعوئے مجددیت باطل نہیں ہوتا بلکہ اب تو مجددیت کا معیار یہ قرار دیا گیا ہے کہ ازابتدا تا انتہا سب پیشگوئیوں پر مجموعی طور سے نظر ڈالو اور یہ دیکھو کہ ان میں کس قدر پوری ہوئیں۔ اگر بیس میں سے پندرہ بھی پوری ہوگئیں تو امیدوار امتحان مجددیت میں کامیاب ہے۔

لیکن افسوس کہ یہ محض پیشگوئی نہیں بلکہ اس کی بناء پر مرزا قادیانی کی سیرت کے متعدد پہلو منظر عام پر آگئے ہیں اور وہ ایسے ہیں کہ ان کو دیکھ کر میں انہیں مجدد تو درکنار ایک متقی انسان بھی تسلیم کرنے کے لئے تیار نہیں ہوں۔

دلائل ملاحظہ ہوں:

الف.......... جس زور و شور' تحکم' تحدی' یقین اور اعتماد کے ساتھ مرزا قادیانی نے اس پیشگوئی کو تحریر اور تقریر کے ذریعے سے مشتہر کیا وہ ناظرین اوراق ہذا سے مخفی نہیں۔ ان کو اس پیشگوئی کے پوری ہونے

کا اس درجہ یقین کامل تھا کہ انہوں نے صاف صاف لفظوں میں اقرار کیا کہ اگر یہ پیشگوئی پوری نہ ہوئی تو میں جھوٹا سمجھا جاؤں۔

ان کے اپنے الفاظ یہ ہیں کہ :"میں اس خبر کو اپنے سچ یا جھوٹ کا معیار بناتا ہوں۔"(انجام آتھم ص ۲۲۳'خزائن ص ۲۲۳ج ۱۱ مصنفہ مرزا غلام احمد قادیانی)اور اس کے معنی یہی ہیں کہ اگر یہ پیشگوئی پوری نہ تو میں مامور من اللہ نہیں ہوں۔

جب یہ کیفیت تھی تو میں پوچھتا ہوں کہ انہوں نے مرزا احمد بیگ اور مرزا علی شیر کو یہ کیوں لکھا تھا کہ :"آپ اپنے ہاتھ سے اس پیشگوئی کے پورا ہونے کے لئے معاون بنیں ؟۔"ایک طالب حق اور جویائے صداقت بجاطور پر مرزا قادیانی سے یہ سوال کر سکتا ہے کہ جناب من جب اس پیشگوئی کے پوری کرنے کا خود خدا تعالیٰ نے آپ سے حتمی وعدہ کر لیا تھا تو آپ نے خدا کو چھوڑ کر انسانوں سے کیوں درخواست کی کہ وہ اس پیشگوئی کو پوری کریں ؟۔ آپ نے از خود تو یہ پیشگوئی کی نہ تھی جو آپ کو انسانوں سے درخواست کرنے کی ضرورت لاحق ہوتی جس نے آپ سے اتنی بڑی پیشگوئی کرائی تھی وہ خود اسے پوری کر دیتا۔ یہ عجب تماشا ہے کہ پیشگوئی تو کرائے خدا اور اس کی تکمیل قرار دی جائے آپ کے ذمہ !جب آپ کو" زوجنکھاء" کا الہام ہو چکا تھا جو ماضی کے صیغہ میں ہے تو پھر آپ کو لوگوں کی منت سماجت کی کیا ضرورت تھی۔

ب.........انہوں نے لڑکی کے ماموں کو انعام دینے کا وعدہ کیوں کیا ؟بقول والدہ صاحبہ مرزا بشیر احمد بعض حکیمانہ احتیاطیں ملحوظ رکھی تھیں۔ مگر سوال تو یہ ہے کہ وعدہ ہی کیوں کیا ؟ کیا خدا کے وعدہ پر اعتماد نہ تھا جو انسانوں کا سہارا ڈھونڈا ؟اس انعام کی رقم میں کچھ اور رقم ڈال کر حج کو جا سکتے تھے یا کسی یتیم لڑکی کا نکاح کر سکتے تھے۔

ج.........والدہ عزت بی بی کو دھمکیاں دینے کی کیا ضرورت تھی۔

د.........مرزا احمد بیگ کو زمین کا لالچ دینے کی کیا ضرورت تھی۔

میرے خیال میں اگر مرزا قادیانی کو خدا کے وعدوں پر اعتماد ہوتا تو منت سماجت' ترہیت وترغیب کے بجائے خود دارانہ خاموشی اختیار کرتے بلکہ مخالفین اور مانعین کو یہ لکھتے کہ تم شوق سے مزاحمت کرو۔ میرے خدا نے مجھ سے وعدہ کر لیا ہے کہ محمدی بیگم کا نکاح میرے ہی ساتھ ہو گا۔

ہ.........فضل احمد کو یہ لکھنے کی ضرورت تھی کہ اگر احمد بیگ اپنی لڑکی کا نکاح میرے ساتھ نہ کرے

بقیہ: صفحہ 11 پر

صاحبزادہ طارق محمود

اکھنڈ بھارت اور قادیانی جماعت

پینٹاگون نے امریکی کانگریس کو دنیا کا نقشہ پیش کیا اس میں پاکستان نہیں دکھایا گیا تھا۔ امریکی تھینک ٹینک کی طرف سے پاکستان کے وجود کے خاتمہ سے متعلق یہ دعویٰ کیا تھا کہ 2005ء سے اس خطہ میں تبدیلیوں کا جو عمل شروع ہوگا وہ 2020ء تک مکمل ہو جائے گا۔ اس پر پاکستان میں شدید رد عمل کا اظہار کیا گیا تھا۔ امریکن تھینک ٹینک کی اس سوچ کو پاکستان دشمنی تصور خیال کر کے سوچنے کی بجائے خاموشی اختیار کر لی گئی۔ افغانستان میں امریکہ کی کامیابی کے بعد پورے خطے میں مختلف نوع کی تبدیلیاں لانے کے لئے جو منصوبہ بندی، حکمت عملی اور پالیسیاں وضع کرنے سے متعلق سرگرمیاں دیکھنے میں آرہی ہیں اندرون خانہ تیار ہونے والی سازشوں سے سلگنے والا دھیما دھیما دھواں دیکھ کر امریکی منصوبہ سازوں کے دعوؤں سے متعلق شکوک وشبہات یقین کی صورت اختیار کرتے محسوس ہونے لگے ہیں۔ افسوس اس امر کا ہے کہ اپنے وجود سے متعلق ہم ایسی خوش فہمی میں مبتلا رہتے ہیں کہ اس حوالہ سے سوچنا بھی گوارا نہیں کرتے۔

اس تمہید کے بعد بھارتی وزیر داخلہ ایل کے ایڈوانی کا تازہ بیان لمحہ فکریہ کی حیثیت رکھتا ہے۔ موصوف کا کہنا ہے کہ :

”جنوبی ایشیاء میں اس وقت تک پائیدار امن کی ضمانت نہیں دی جاسکتی جب تک پاکستان مکمل (کشمیر سمیت) اور بنگلہ دیش اکھنڈ بھارت کا حصہ قرار نہیں پاتے۔ انہوں نے کہا بھارت جنوبی ایشیا میں اکھنڈ بھارت کے قیام کی جدوجہد کرتا رہے گا۔ کشمیر بھارت کا اٹوٹ انگ ہے پاکستان سے مذاکرات کی بنیاد کشمیر کے اس حصہ (آزاد کشمیر) کی واپسی ہے جس پر پاکستان نے قبضہ کر رکھا ہے۔“

پورے خطے میں مخصوص متوقع تبدیلیوں کے پیش نظر بھارتی وزیر داخلہ کا یہ بیان غیر معمولی اہمیت اور توجہ کا حامل ہے۔ موقف کی یہ تبدیلی علاقے میں مستقبل کے جغرافیائی خاکوں کے ردوبدل کی غمازی کرتی محسوس ہوتی ہے۔ کچھ مدت پہلے بھارتی وزیر اعظم واجپائی نے پاکستان سے کشمیر سمیت دیگر معاملات پر مذاکرات کرنے پر رضامندی کا اظہار کیا تھا۔ اب صورت حال یہ ہے کہ بھارتی وزیر داخلہ دینے کی بجائے لینے کا مطالبہ کر کے الجھاؤ

اور بگاڑ میں اضافہ کر رہے ہیں۔ پاکستان 'بنگلہ دیش' دو آزاد خود مختار ریاستیں ہیں۔ بنگلہ دیش کبھی ہمارا مشرقی بازو تھا۔ ہم خود اسے آزاد و خود مختار ملک تسلیم کر چکے ہیں لیکن بھارتی وزیر داخلہ کے بیان سے محسوس ہوتا ہے جیسے انہوں نے دونوں حقیقتوں کو تسلیم نہیں کیا۔ بھارتی وزیر داخلہ بنگلہ دیش یا پاکستان کشمیر سمیت اکھنڈ بھارت کے دعویٰ دار ہیں۔ ہمیں نہیں بھولنا چاہئے کہ بھارتی وزیر داخلہ کا یہ چونکا دینے والا بیان ان کے دورہ امریکہ کے بعد ان حالات میں دیا گیا ہے جب امریکی وزیر خارجہ کولن پاؤل کے دورہ بھارت کے بعد امریکہ کے شر دماغ ہنری کسنجر اپنی پوری ٹیم کے ساتھ بھارت میں موجود ہیں۔ ان کے بھارت میں ڈیرے لگانا کسی قیامت سے کم نہیں۔ گزشتہ پچاس برس میں امریکہ و مغرب کے حکمرانوں اور Master minds شخصیات کی جنوبی ایشیا بالخصوص پاک و ہند میں وسیع پیمانے پر آمدورفت ایک ریکارڈ کی حیثیت رکھتی ہے۔ اس قدر برق رفتار سفارت کاری مستقبل کی غارت گری کی چغلی کھا رہی ہے۔

بھارتی وزیر داخلہ کا امریکہ کے دورہ کے بعد اکھنڈ بھارت کا اعلان معنی خیز ہے۔ ایک اسلامی اور نظریاتی ریاست ہونے کے ناطے امریکہ کی حقیقی ہمدردیاں پاکستان کے بمقابل بھارت کے ساتھ ہیں۔ اپنے مخصوص مفادات کے حصول اور مطلب براری کی حد تک امریکہ گلے سے اوپر اوپر پاکستان سے دوستی کا دعویٰ دار ہے۔ چین کو اپنے حصار میں لینے کے لئے بھارت امریکہ کی اولین ترجیحات میں شامل ہے۔ پاکستان کو دبانے جھکانے کے لئے امریکہ جس ڈپلومیٹک پالیسی کے تحت بھارت سے کام لے رہا ہے اس فنی مہارت کا جواب نہیں۔ لاجسٹک سپورٹ ہم نے دی۔ مشرف حکومت نے دامے درمے قدمے سخنے امریکہ کی مدد کی لیکن فائدہ بھارت نے اٹھایا۔

بھارت نے پاکستان کو ابھی تک دل سے قبول نہیں۔ ایک مدت سے اس کی خواہش تھی کہ اکھنڈ بھارت بنے لیکن یہ اکھاڑ پچھاڑ کے عمل کے بغیر ممکن نہیں تھا۔ افغانستان کو تہ و بالا اور پاکستان کو مغلوب کرنے والے منہ زور گھوڑے کی مانند امریکی عزائم اور مخصوص مقاصد کو پیش رکھ کر بھارتی وزیر داخلہ کا حالیہ بیان خطرے کی گھنٹی سے کم نہیں۔

بھارت تو اکھنڈ بھارت کا خواہاں ہے ہی.......... پاکستان کے اندر بعض ایسی جماعتیں اور افراد موجود ہیں جو پاکستان کے حصے بخرے ہوتے دیکھنا چاہتے ہیں۔ ان کی ہمدردیاں مادر وطن کی بجائے بھارت سے ہیں۔ خاک وطن کی بجائے بھارت کی سرزمین انہیں محبوب ہے۔ ان میں ایک جماعت ایسی بھی ہے اکھنڈ بھارت جس کا الہامی عقیدہ ہے۔ قادیانی جماعت اس عقیدے کی نہ صرف داعی ہے بلکہ اکھنڈ بھارت کے لئے وہ گزشتہ نصف صدی سے عملاً کوششیں جاری رکھے ہوئے ہیں۔

"بہر حال ہم چاہتے ہیں کہ اکھنڈ ہندوستان بنے اور ساری قومیں باہم شیر و شکر ہو کر رہیں۔" (روزنامہ الفضل قادیان 5 اپریل 1947ء)

قادیانی جماعت نے قیام پاکستان کی بھر پور مخالفت کی۔ جب پاکستان زندہ حقیقت بن کر دنیا کے نقشہ پر ابھر آیا تو قادیانی جماعت کے سربراہ نے کہا:

"میں قبل ازیں بتا چکا ہوں کہ اللہ تعالیٰ کی مشیت ہندوستان کو اکٹھا رکھنا چاہتی ہے لیکن قوموں کی منافرت کی وجہ سے عارضی طور پر الگ بھی کرنا پڑے .... یہ اور بات ہے کہ ہم ہندوستان کی تقسیم پر رضامند ہوئے تو خوشی سے نہیں بلکہ مجبوری سے' اور پھر یہ کوشش کریں گے کہ کسی نہ کسی طرح پھر متحد ہو جائیں۔" (الفضل 17 مئی 1947ء)

یہ بات محل نظر رہے کہ بعض مسلمانوں نے بھی قیام پاکستان کے قیام کی مخالفت کی لیکن یہ ان کی سیاسی رائے تھی۔ انہوں نے قیام پاکستان کے بعد نہ صرف پاکستان کی حقیقت کو تسلیم کر لیا بلکہ پاکستان کے استحکام' سلامتی اور دفاع کے لئے اپنی تمام تر توانائیاں بھی صرف کر دیں۔ قادیانی جماعت نے ابھی تک پاکستان کو قبول نہیں کیا بلکہ قادیانی گروہ نے 1947ء کی قومی اسمبلی کی اس آئینی ترمیم کو تسلیم نہیں کیا جس میں انہیں غیر مسلم اقلیت قرار دیا گیا تھا۔ اکھنڈ بھارت کا عقیدہ قادیانیوں کی ضرورت کی حیثیت بھی رکھتا ہے۔ چونکہ ان کا آبائی مرکز قادیان جسے وہ مکہ و مدینہ سے افضل سمجھتے ہیں بھارت میں واقع ہے۔ ان کے روحانی مرکز کا حصول اکھنڈ بھارت کے بغیر ممکن نہیں۔ قادیانی جماعت کے دوسرے سربراہ مرزا بشیر الدین کی قبر واقع چناب نگر (سابقہ ربوہ) کے قبرستان میں یہ کتبہ اب تک لگا رہا ہے کہ جب حالات سازگار ہو جائیں تو ان کی میت کو یہاں سے نکال کر قادیان بھارت منتقل کر دیا جائے۔ گروہ قادیان کے لوگ اپنے مردے امانتاً دفن کرتے ہیں۔ پاک وطن کی مٹی انہیں پسند نہیں اس لئے کہ وہ اکھنڈ بھارت کے اسی دعویٰ کے قائل ہیں جو آج بھارت کے وزیر داخلہ اڈوانی کر رہے ہیں۔

بقیہ: وحشت ناک وادی

لوگوں نے دوسری قبر کھودی تو لحد کے موقع پر وہی بلا نما اس میں بھی موجود پایا۔ پھر لوگوں نے اس کو مار بھگانے کے سب جتن کئے لیکن وہ بالکل نہ ٹلا۔ لوگوں نے مجبور ہو کر تیسری جگہ قبر کھودی اور جب لحد نکالی گئی تو پھر وہی بلا موجود تھی۔ پھر حسب سابق اسے ہٹانے کی کوشش کی گئی مگر وہ ذرا ٹس سے مس نہ ہوا۔ اس پر حاضرین کہنے لگے حضرت ایسا معاملہ کبھی پیش نہیں آیا۔ لہذا میت اس طرح دفن کر دو۔ لوگوں نے میت کو دفنا دیا۔ جب قبر مکمل ہوئی تو اس نے ایک بڑا قہقہہ سنا۔ لوگ میت کی بیوی کے پاس گئے اور اس سے پوچھنے لگے اے بندی خدا تیرا یہ خاوند کیا عمل کیا کرتا تھا۔ اس کے ساتھ تو ہم نے یہ معاملہ دیکھا ہے۔ وہ کہنے لگی یہ غسل جنابت نہ کیا کرتا تھا۔ استغفر اللہ!

اشتیاق احمد

موت کی دلیل

مرزائی مربی ہر نو عمر مرزائی کو ایک ہی پٹی پڑھاتے ہیں' بس کسی مسلمان کی کوئی بات نہ سننا' وہ لاکھ دلائل دیں' تم ایک کان سے سن کر دوسرے کان سے نکال دینا۔ وہ تم سے کہیں گے' مرزا قادیانی کی کتابوں پر بات کر لیں' تم ٹس سے مس نہ ہونا' وہ کہیں گے حضرت عیسیٰ علیہ السلام زندہ ہیں' آسمان پر اٹھائے گئے تھے' قیامت سے پہلے آسمان سے نازل ہوں گے' اس سلسلے میں احادیث موجود ہیں' لیکن تمہیں کوئی حدیث دیکھنے کی ضرورت نہیں...... تم ان کے نزدیک جانے کی کوشش بھی نہ کرنا...... یہ لوگ تمہیں ورغلانے کی کوشش کریں گے...... مرزا قادیانی کی کتابوں کے ادھر ادھر سے حوالے دیں گے۔ یاد رکھو! مرزا قادیانی نے لکھا ہے کہ عیسیٰ ابن مریم فوت ہو گئے ہیں...... بس صرف یہ بات یاد رکھنا اور باقی سب باتیں بالکل بھلا دینا۔

اس قسم کی باتیں دن رات رٹوائی جاتی ہیں۔ ہم جب کسی مرزائی سے بات کرتے ہیں تو صاف محسوس کر لیتے ہیں۔ طوطے کی طرح پڑھائے ہوئے ہیں کیا کسی کی دلیل پر دھیان دیں گے اور واقعی سرے سے دھیان نہیں دے رہے ہوتے لیکن......

آج ہم ان تمام مرزائیوں سے ایک بات کہتے ہیں' تم مناظرے کے میدان سے بھاگ سکتے ہو' مباہلے سے فرار اختیار کر سکتے ہو' دلائل کے میدان کا تو خیر تم رخ ہی نہیں کرتے...... لیکن ایک دلیل ایسی ہے...... تم مانو نہ مانو...... اس دلیل کو آنکھوں سے دیکھ سکتے ہو' نہ دیکھنا چاہو' تب بھی وہ دلیل تمہیں دیکھنا ہو گی...... تم اس کو دیکھے بغیر رہ نہیں سکتے...... اور وہ دلیل ہے......

موت کی دلیل!

ہاں! موت کی دلیل...... اور اس دلیل کو دیکھنے کے لئے ہماری موجودگی کی بھی ضرورت نہیں...... تم مسلمانوں کی موجودگی کے بغیر اس دلیل کو دیکھ سکتے ہو...... شاید تم ابھی تک اس بات کا مطلب نہیں سمجھ سکے...... خیر میں وضاحت کئے دیتا ہوں......

اس دنیا کا ہر انسان اللہ کو مانے نہ مانے' خدا کی قدرت کے جو مظاہرے ہیں' ان کو تسلیم کرے نہ کرے...... مطلب یہ کہ انسان دنیا کی چیزوں کا انکار کر سکتا ہے...... لیکن موت کا انکار آج تک نہ ممکن ہوا ہے' نہ ہو گا...... اس بات پر سب کا یقین ہے کہ مرنا تو بہر حال ہے...... یہ آج تک کسی نے نہیں کہا کہ میں نہیں مروں گا' اگر دنیا میں کسی نے کہا ہے' تب بھی اسے موت آئی لہٰذا اس کا کہنا غلط ثابت ہو گیا۔

تو جس بات پر پوری دنیا کے انسانوں' چاہے کسی ملک و ملت اور مذہب سے ان کا تعلق ہو' یا لامذہب ہی کیوں نہ ہوں...... کا اتفاق ہے' اسی سے کیوں نہ فیصلہ لے لیا جائے۔

جی ہاں! مرزائیوں کو چیلنج ہے...... ختم نبوت کے لئے کام کرنے والا ادنیٰ سا آدمی جب مرنے کے قریب ہو' آکر دیکھیں' اس کی جان کس طرح نکلتی ہے اور مرزا قادیانی کو نبی ماننے والا جب کوئی مرنے لگے تو جا کر دیکھ لیں...... وہ کس طرح مرتا ہے......

اور مرنے کے بعد ایک مرزائی کا چہرہ دیکھ لیں' ختم نبوت کے ایک شیدائی کا چہرہ بھی آکر دیکھ لیں...... اگر مرنے والے ہر مرزائی کے چہرے پر سیاہی' مردنی' اللہ کی پھٹکار بالکل واضح نظر آئے تو توبہ کر لیں...... اور دنیا سے رخصت ہونے والے ہر ختم نبوت کے شیدائی کے چہرے پر اگر رونق نظر آئے' تازگی نظر آئے' سکون نظر آئے...... تو فوراً مرزائیت سے تائب ہو جائیں۔

مرزائی لوگ یہاں تک اس مضمون کو پڑھ کر کہہ سکتے ہیں کہ یہ تو صرف زبانی باتیں ہیں...... ہمارے مرنے والے تو ایسی حالت میں مرتے ہیں کہ لوگ عش عش کرنے لگتے ہیں......

اس کا جواب یہ ہے کہ ہم عملی طور پر یہ ثابت کر سکتے ہیں کہ بڑے مرنیوالے بہت برے حال میں مرے' یہ تو ایک بہت مشہور بات ہے کہ مرزا غلام قادیانی لیٹرین میں مرا' اگر کوئی مرزائی یہ کہے کہ اس بات کا کوئی ثبوت نہیں تو پھر ہمارے پاس اس بات کا ثبوت ہے کہ اس روز مرزا کو اسہال لگے ہوئے تھے...... رات بھر وہ ٹٹیاں کرتا رہا اور اسی حالت میں مر گیا...... یعنی اگر کوئی پاخانے میں لت پت مرے تو' کیا یہ نہیں کہا جائے گا...... وہ لیٹرین میں مرا......

اب اس سے آگے چلتے ہیں' مرزا بشیر الدین محمود' جسے یہ لوگ دوسرا خلیفہ کہتے ہیں' مرنے سے قریباً آٹھ سال پہلے بیمار ہوا...... مرزائی ڈاکٹر مرزا منور نے اس کا علاج شروع کیا...... مرزا بشیر کو دراصل فالج ہو گیا تھا...... اور وہ بستر سے لگ گیا تھا...... اس کا پاخانہ بھی بستر پر نکلتا تھا...... مرزا کی طرح...... ڈاکٹر مرزا منور نے سر توڑ کوشش کی کہ اپنے خلیفہ کا علاج کرنے میں کامیاب ہو جائے...... اسے صحت سے ہمکنار کرے...... لیکن

جسے اللہ شفا نہ دینا چاہے 'کوئی انسان اسے شفا کب دے سکتا ہے.....اب یہ بات یہ لوگ بھی جانتے ہیں کہ اللہ تو ان کی سنتا نہیں۔ لہذا ڈاکٹر منور نے بھی اللہ سے مدد مانگنے کی ضرورت نہیں سمجھی 'کوئی فائدہ جو نظر نہیں آرہا تھا...... اس کا ایک جرمن ڈاکٹر دوست تھا' وہ اس وقت جرمنی میں ہی پریکٹس کرتا تھا...... اس کا نام تھا ڈاکٹر پیٹی...... ڈاکٹر مرزا منور نے ڈاکٹر پیٹی سے بات کی...... مرزا بشیر الدین کی کیفیت لکھ کر ڈاکٹر پیٹی کو بھیجی ...... ڈاکٹر پیٹی نے اس کے لئے نسخہ تجویز کیا...... لیکن کوئی افاقہ نہ ہوا' حالت بدتر ہوتی گئی' ڈاکٹر مرزا منور نے ہر کیفیت لکھ کر بھیجی ......ادھر پھر نسخہ تجویز ہوا۔

اس طرح یہ سلسلہ ایک مدت تک چلا اور مرزا بشیر نے قریباً آٹھ سال تک بستر پر ایڑیاں رگڑیں...... آخر کار پاگلوں کی سی حالت میں موت کے منہ میں چلا گیا...... جن لوگوں نے اسے مرتے دیکھا......ان میں سے ابھی کچھ لوگ زندہ ہیں......انہوں نے بتایا کہ غلاظت اس کے جسم سے رس رہی تھی......بدبو کے بھبھکے فضا میں پھیل رہے تھے اور آس پاس موجود مرزائی پرفیوم چھڑک چھڑک کر اس بدبو سے پیچھا چھڑانے کی کوشش کر رہے تھے۔

یہی حالت مرزا کی بیوی کی مرتے وقت ہوئی' اس کا کفن تین بار تبدیل کیا گیا' ہر بار غلاظت نے کفن کو ناپاک کر دیا...... آخر اسی حالت میں دفن کیا گیا۔

اگر مرزائی ان میں سے کسی بات کو نہیں مانتے تو ڈاکٹر منور مرزا اور ڈاکٹر پیٹی کے درمیان بذریعہ خطوط جو باتیں ہوئیں' ڈاکٹر منور نے مرزا بشیر الدین کی جو کیفیت ڈاکٹر پیٹی کو لکھ کر ارسال کی تھی...... یقین نہ کرنے والے مرزائی وہ خط و کتابت ہم سے منگوا سکتے ہیں...... ہم اس خط و کتابت کی فوٹو کاپی ارسال کریں گے...... انشاء اللہ!

ان تمام باتوں کو ایک طرف رکھیں' موت سے بڑی کوئی دلیل نہیں...... کسی بھی مرزائی کی حالت قریب نظر آئے تو اس کے پاس سے نہ اٹھیں...... دیکھتے رہیں...... اس کی حالت کیا ہوتی ہے...... اس کا چہرہ بگڑتا ہے یا نہیں...... مرتے وقت اس کے منہ سے کیا نکلتا ہے...... یقین کر لیجئے...... کسی مرزائی کے منہ سے مرتے وقت کلمہ نہیں نکل سکتا...... اس بات کو دلیل مان کر مرزائی اگر اپنے مرنے والوں کے پاس بیٹھے رہیں تو بہت جلد وہ مرزائیوں کے فریب سے نکل سکتے ہیں...... اس سے بڑھ کر انسان کے لئے کیا بات ہو سکتی ہے...... یہ مرزائی آکر بتادیں۔

☆......☆......☆

فاتح قادیان مولانا محمد حیاتؒ

مرزا غلام احمد قادیانی کے عقائد

ان کی اپنی آخری تحریروں کی روشنی میں

استاذ العلماء فاتح قادیان حضرت مولانا محمد حیاتؒ کی لاہوری گروپ کے چیف گرو اللہ بخش مرزائی سے مرزا غلام احمد قادیانی کے دعویٰ نبوت کے بارہ میں گفتگو ہوئی تو وہ مبہوت ہو گیا۔ بعد میں اس نے آپ کو خط تحریر کیا۔ آپ نے اسے جواب دیا۔ ان دو خطوط کے ساتھ آپ نے مندرجہ بالا عنوان کے تحت چند حوالہ جات ایک کاغذ پر تحریر کر دیئے کہ اس کا جواب آنے پر یہ حوالہ جات بھجوائے جائیں گے۔ مگر مرزائی کا جواب نہ آنا تھا نہ آیا۔ وہ حوالہ جات جو استاذ محترم حضرت مولانا محمد حیاتؒ نے جمع فرمائے تھے پیش خدمت ہیں۔

ادارہ!

۱............ میری دعوت کی مشکلات میں سے ایک رسالت اور وحی الٰہی اور مسیح موعود ہونے کا دعویٰ تھا۔

(حاشیہ براہین احمدیہ حصہ پنجم ص ۵۳ ٗخزائن ج۲۱ ص ۶۸)

۲............ اوائل میں میرا یہی عقیدہ تھا کہ مجھ کو مسیح ابن مریم سے کیا نسبت ہے۔ وہ نبی ہے اور خدا کے بزرگ مقربین میں سے ہے اور اگر کوئی امر میری فضیلت کی نسبت ظاہر ہوتا تو میں اس کو ایک جزئی فضیلت قرار دیتا تھا۔ مگر بعد میں جو خدا تعالیٰ کی وحی بارش کی طرح میرے پر نازل ہوئی اس نے مجھے اس عقیدہ پر قائم نہ رہنے دیا اور صریح طور پر نبی کا خطاب مجھے دیا گیا۔

(حقیقت الوحی ص ۱۵۰ ٗخزائن ج ۲۲ ص ۱۵۳)

۳............ سچا خدا وہی خدا ہے جس نے قادیان میں اپنا رسول بھیجا۔

(دافع البلاء ص ۱۰ ٗخزائن ج ۱۸ ص ۲۳۲)

۴............ اور جس قدر مجھ سے پہلے اولیاء اور ابدال اور اقطاب اس امت میں سے گزر چکے ہیں ان کو یہ

حصہ کثیر اس نعمت کا نہیں دیا گیا۔ پس اس وجہ سے نبی کا نام پانے کے لئے میں ہی مخصوص کیا گیا۔

(حقیقت الوحی ص ۳۹۱ 'خزائن ج ۲۲ ص ۴۰۶)

۵............ ہمارا دعوئی ہے کہ ہم رسول اور نبی ہیں۔

(اخبار بدر ۵ مارچ ۱۹۰۸ء 'ملفوظات ج ۱۰ ص ۱۲۷)

۶............ سو میں خدا کے حکم کے موافق نبی ہوں اور اگر میں اس سے انکار کروں تو میرا گناہ ہوگا۔ اور جس حالت میں خدا میرا نام نبی رکھتا ہے تو میں کیونکر انکار کر سکتا ہوں۔ میں اس پر قائم ہوں۔ اس وقت تک جو اس دنیا سے گزر جاؤں۔

(خط بنام اخبار عام مندرجہ ۲۶ مئی ۱۹۰۸ء 'مجموعہ اشتہارات ج ۳ ص ۵۹۷)

۷............ خدا تعالیٰ نے اس بات کو ثابت کرنے کے لئے کہ میں اس کی طرف سے ہوں اس قدر نشان دکھلائے ہیں کہ اگر وہ ہزار نبی پر بھی تقسیم کئے جائیں تو ان کی بھی ان سے نبوت ثابت ہو سکتی ہے۔

(چشمہ معرفت ص ۳۱۷ 'خزائن ج ۲۳ ص ۳۳۲)

۸............ اب ظاہر ہے کہ ان الہامات میں میری نسبت بار بار بیان کیا گیا ہے کہ یہ خدا کا فرستادہ خدا کا مامور خدا کا امین خدا کی طرف سے آیا ہے جو کچھ کہتا ہے اس پر ایمان لاؤ اور اس کا دشمن جہنمی ہے۔

(انجام آتھم ص ۶۲ 'خزائن ج ۱۱ ص ۶۲)

اب خود مرزا قادیانی کے ماننے والے غور کریں کہ جب ان کی آخری تحریروں سے دعوئی نبوت اور اس پر قائم رہنا ثابت ہو گیا ہے جبکہ اس کی پہلی تحریریں یہ تھیں کہ :

”آنحضرت ﷺ کے بعد کسی دوسرے مدعی نبوت ورسالت کو کاذب اور کافر جانتا ہوں۔“

(مجموعہ اشتہارات ج ۱ ص ۲۳۰)

اپنے اس فتوئی کے مطابق مرزا غلام احمد قادیانی مندرجہ بالا آخری تحریر کی رو سے خود ہی کافر ٹھہرا۔

☆......☆......☆

جماعتی سرگرمیاں

ادارہ

اکابرین مجلس کی سفر حج سے واپسی

امیر مرکزیہ حضرت مولانا خواجہ خان محمد صاحب دامت برکاتہم‘ نائب امیر حضرت مولانا سید نفیس الحسینی شاہ صاحب دامت برکاتہم‘ حضرت مولانا اللہ وسایا صاحب‘ حضرت مولانا خدا بخش صاحب‘ مخدوم زادہ خلیل احمد صاحب‘ مفتی محمد جمیل صاحب‘ حضرت مولانا سعید احمد جلال پوری اور ختم نبوت حج گروپ کے تمام رفقاء وارکان حج اور زیارت حرمین شریفین کی سعادت سے بازیاب ہو کر خیر وعافیت واپس تشریف لائے۔ اللہ تعالیٰ حج جیسے مبارک سفر کی باربار توفیق سے ہم سب کو نوازیں۔

حضرت مولانا بشیر احمد صاحب کے تبلیغی اسفار

مجلس کے مرکزی مبلغ حضرت مولانا بشیر احمد صاحب آٹھ روزہ تبلیغی دورہ پر بہاو لنگر تشریف لے گئے۔ آپ نے بہاولنگر‘ ہارون آباد‘ فورٹ عباس‘ چک مراد‘ مخشن خان وغیرہ علاقوں کا تبلیغی دورہ کیا اور خطبات جمعہ کے علاوہ آپ کے بعد از نماز مغرب تبلیغی اصلاحی بیانات ہوئے۔ علاقہ کے مبلغ حضرت مولانا محمد قاسم رحمانی آپ کے ساتھ رہے۔ موصوف نے ہی آپ کے بیانات کا اہتمام کیا۔ اسی طرح ضلع رحیم یار خان کا دورہ کرتے ہوئے آپ خان پور‘ دین پور‘ بستی درخواست‘ فیروزہ اور پھر سکھر تشریف لے گئے۔

حضرت مولانا فقیر اللہ اختر صاحب کی تبلیغی رپورٹ

حضرت مولانا فقیر اللہ اختر صاحب بیرون از گوجرانوالہ شہر اپنے بارہ روزہ تبلیغی نظام کے تحت حافظ آباد‘ گکھڑ‘ منڈیالہ‘ ڈسکہ‘ علی پور چٹھہ‘ فیروزوالا‘ وزیر آباد کے علاقہ میں تشریف لے گئے۔ احباب سے ملاقاتیں کیں اور آپ کے بعد نماز عشاء تبلیغی اصلاحی بیانات ہوئے۔

حضرت مولانا قاضی احسان احمد صاحب کا سفر پشاور اور مردان

حضرت مولانا قاضی احسان احمد صاحب مبلغ اسلام آباد اپنے تبلیغی دورہ پر ہری پور' مانسہرہ' پشاور' مردان تشریف لے گئے۔ مقامی علماء سے ملاقاتیں' حالات حاضرہ میں تبلیغی طرز طریق پر مشاورت سے مستفید ہوئے۔

حضرت مولانا خالد میر صاحب کا چھ روزہ تبلیغی دورہ کشمیر

حضرت مولانا محمد خالد میر اپنے چھ روزہ تبلیغی پروگرام کے تحت عباس پور' ستہ پانی' گوئٹن اور کوٹلی تشریف لے گئے۔ موصوف نے خصوصیت کے ساتھ آزاد کشمیر کے ان علاقوں میں فتنہ قادیانیت کی ارتدادی گمراہی سے مسلمانوں کو خبردار رہنے کی تلقین کی۔

حضرت مولانا محمد طیب فاروقی کا تبلیغی دورہ

منڈی بہاؤالدین میں مجلس تحفظ ختم نبوت کے مبلغ حضرت مولانا محمد طیب فاروقی نے گجرات' منڈی بہاؤالدین کے علاقہ کا تبلیغی دورہ کیا اور کئی اجتماعات سے خطاب کرتے ہوئے فرمایا کہ تحفظ ناموس رسالت اور عقیدہ ختم نبوت کا تحفظ' منکرین ختم نبوت قادیانیوں کا تعاقب کرنا امت مسلمہ کا اولین فرض ہے۔

حضرت مولانا محمد علی صدیقی کا تبلیغی دورہ

علاقہ تھر کے مبلغ حضرت مولانا محمد علی صدیقی نے کنری' عمر کوٹ' جمیس آباد' ڈگری' ماتلی' ٹنڈو غلام علی کا تفصیلی دورہ کیا۔ شہروں کے علاوہ موصوف ان علاقوں کے اہم اہم قصبات میں بھی تشریف لے گئے۔ اس علاقہ میں کافی تعداد میں قادیانی اپنی ارتدادی سرگرمیاں جاری رکھے ہوئے ہیں۔ موصوف کے زیادہ تر بیانات عقیدہ ختم نبوت کی اہمیت' سیدنا عیسیٰ علیہ السلام کے رفع وحیات اور نزول آسمانی کے متعلق ہوئے۔ آپ نے مرزا غلام احمد قادیانی اور جھوٹے مدعیان نبوت کے باطل نظریات سے مسلمانوں کو آگاہ کیا۔

حضرات مبلغین کا آخری سہ ماہی مشاورتی اجلاس

مجلس تحفظ ختم نبوت کے شعبہ تبلیغ سے جڑے ہوئے علماء' خطباء کا ہمیشہ سہ ماہی اجلاس دفتر مرکزیہ ملتان میں ہوتا ہے۔ سال ۱۴۲۲ھ کا چوتھا اور آخری اجلاس بتاریخ ۲۲' ۲۳ ذوالحجہ دفتر مرکزیہ ملتان میں منعقد ہوا۔ جس میں اسلام آباد' کوئٹہ تا کراچی پورے پاکستان میں تبلیغی شعبہ میں شریک تمام مبلغین نے شرکت کی۔ اجلاس میں سال ہائے گزشتہ کی تبلیغی سرگرمیوں کا جائزہ لیا گیا اور نئے سال از محرم الحرام ۱۴۲۳ھ کی پہلی سہ ماہی کے تبلیغی

بقیہ: صفحہ 63 پر

ادارہ

قافلہ آخرت

حضرت مولانا مفتی رشید احمد لدھیانویؒ کا سانحہ ارتحال

عالم اسلام کی ممتاز علمی وروحانی شخصیت حضرت اقدس مولانا مفتی رشید احمد صاحب لدھیانویؒ ۱۹ فروری ۲۰۰۲ء بروز منگل کو کراچی میں انتقال فرما گئے۔ انا للہ وانا الیہ راجعون۔ حضرت مفتی صاحبؒ اپنی عمر کے ۸۴ کے پیٹے سے گزر رہے تھے۔ پیرانہ سالی کے باعث کئی سال سے یکسوئی سے گوشہ نشین تھے۔ موصوف ہندوستان کے قصبہ سلیم پورہ کے معروف علمی گھرانہ کے چشم وچراغ تھے۔ ان کا خاندان خانقاہ امدادیہ تھانہ بھاون پور کا عقیدت مند تھا۔

حضرت مفتی صاحبؒ نے اسلامی علوم کی تعلیم سے فراغت دارالعلوم دیوبند سے حاصل کی۔ علم حدیث کی تکمیل شیخ الاسلام حضرت مولانا حسین احمد مدنیؒ سے کی۔ آپ ان کے فاضل ترین شاگردوں میں سے تھے۔ قیام پاکستان کے بعد اولاً خیر پور میرس سندھ میں سکونت اختیار کی اور پھر دارالعلوم کراچی میں تعلیمی وتدریسی خدمات سے اپنی عملی زندگی کا آغاز کیا۔ دارالعلوم میں صدر المدرسین صدر شعبہ دارالافتاء اور شیخ الحدیث کے منصب پر فائز رہ کر آپ نے گراں قدر دینی خدمات سرانجام دیں۔ ۱۹۶۵ء میں آپ نے کراچی میں ادارہ دارالافتاء والارشاد قائم کیا۔ جس میں آپ فضلاء کی روحانی تربیت کے ساتھ ساتھ انہیں فقہی مسائل میں خصوصی تربیت دیا کرتے تھے۔ آپ ہی کی زیر نگرانی الرشید ٹرسٹ قائم ہوا۔ جس نے تعلیمی اور فلاحی میدان میں نمایاں خدمات سرانجام دیں۔ اللہ تعالیٰ نے آپ کے ذریعہ سے عالمی سطح پر مسلمانوں کی معاشرتی اصلاحی اور فلاحی ضروریات کو پورا فرمایا۔ اللہ تعالیٰ ان کے فیض کو اور ان کے زیر سرپرستی قائم اداروں کو قائم ودائم رکھیں اور ان کے رفقاء کو ان جیسی خوبیوں سے نوازیں۔ اللہ تعالیٰ مفتی صاحبؒ کے درجات کو بلند فرمائیں اور ان کے حسنات کو قبول فرمائیں۔ مجلس کے اکابرین' مبلغین' حضرت مولانا خواجہ خان محمد صاحب دامت برکاتہم' حضرت مولانا سید نفیس الحسینی مدظلہ' حضرت مولانا عزیز الرحمٰن جالندھری' حضرت مولانا اللہ وسایا صاحب' حضرت مولانا مفتی محمد جمیل خان صاحب' حضرت مولانا نذیر احمد تونسوی صاحب' حضرت مولانا سعید احمد جلال پوری صاحب سب حلقہ عقیدت اور اعزاء واقارب کے غم

میں برابر کے شریک ہیں۔ اللہ کریم ہم سب کے حامی وناصر ہوں۔

حضرت مولانا قاری عبدالحفیظ صاحب کا سانحہ ارتحال

حضرت مولانا قاری عبدالحفیظ صاحب ناظم مجلس تحفظ ختم نبوت سکھر ۲ ذیقعدہ بروز جمعرات ۱۶ جنوری ۲۰۰۲ء کو کراچی میں وفات پاگئے۔ قاری صاحب موصوف معدہ کے کینسر کے مرض کا شکار ہوئے جو جان لیوا ثابت ہوا۔ مرحوم ہندھانی خاندان کے مشہور قاری رحیم بخش کے نور نظر تھے۔ تلاوت قرآن کریم کا ذوق انہیں اپنے والد بزرگوار سے وراثت میں ملا تھا۔ آپ کی زبان ہروقت قرآن کریم کی تلاوت سے تر رہتی تھی۔ نواں گوٹھ سکھر کے مشہور مدرسہ تعلیم القرآن کے شعبہ حفظ وقرأت سے ایسے وابستہ ہوئے کہ اپنی زندگی کے تمام لحات تعلیم قرآن کے لئے وقف کردیئے۔ مایہ ناز مدرس اور قاری قرآن تھے۔ احادیث میں آتا ہے کہ قراء حضرات برزخ، محشر اور جنت میں بڑے سوزوگداز اور وجد آفریں انداز سے قرآن کریم کی تلاوت کریں گے۔ قاری عبدالحفیظ صاحب کو اللہ تعالیٰ نے یہ شیریں ذوق اس دنیا میں عطا کردیا تھا۔ قرآن کریم کی کثرت تلاوت کی مٹھاس ان کے ہونٹوں کو ہمہ وقت متبسم رکھتی تھی۔ آپ اپنی گفتگو میں اپنے مخاطب کو سب سے پہلے مسکراہٹ کا تحفہ اور ہدیہ پیش کرتے اور پھر بات کرتے۔ خوش طبعی اور مسکراہٹ انہیں اللہ تعالیٰ نے ایسی عطا کی تھی کہ وہ اسی وصف کے ساتھ مشہور ہوگئے۔

مجلس تحفظ ختم نبوت سے انہیں قلبی اور جگری تعلق تھا۔ ختم نبوت کے عنوان پر جلسے، کانفرنس، درس کے ہر پروگرام میں پیش پیش رہتے تھے۔ موصوف جید عالم دین بھی تھے۔ تدریسی خدمات کے ساتھ آپ اصلاحی اور تبلیغی خطبات سے سکھر کے مسلمانوں کی جانی پہچانی شخصیت تھے۔ آپ مدینہ مسجد کپڑا مارکیٹ سکھر کے تادم واپسی خطیب رہے۔ مرحوم کو اللہ تعالیٰ نے دو بیٹے عطا کئے جو حسن صورت اور حسن سیرت علم وفضل کے لحاظ سے اپنے والد کے قابل فخر جانشین ہیں۔ ایک بیٹا دبئی میں دینی خدمات سرانجام دے رہا ہے اور دوسرا سکھر میں تدریسی اور خطابی خدمات اپنے مرحوم والد کی نیابت میں سرانجام دے رہا ہے۔ اللہ تعالیٰ مرحوم کے حسنات کو قبول فرمائیں۔ انہیں قرآنی انعامات سے نوازیں۔ ان کے اہل خانہ کو صبر جمیل کی توفیق عنایت فرمائیں۔ مجلس کے تمام مرکزی اکابرین اور مقامی اکابرین مغموم خاندان کے غم میں برابر کے شریک ہیں۔ اللہ تعالیٰ ہم سب کے حامی وناصر ہوں۔

حضرت مولانا زبیر احمد صاحب کا سانحہ ارتحال

جامعہ مدینہ بہاول پور کے مہتمم حضرت مولانا زبیر احمد صاحب ۹ ذیقعدہ بروز جمعرات بمطابق ۲۴

جنوری ۲۰۰۲ء کو انتقال فرماگئے۔ موصوف مجاہد ختم نبوت' رفیق امیر شریعت حضرت مولانا محمد شریف صاحب بہاول پوریؒ کے نواسے اور مجلس کے قدیم مبلغ مولانا غلام مصطفیٰ صاحب مرحوم کے صاحبزادے تھے۔ جید عالم دین ہونے کے ساتھ ساتھ ان کے جسم کے رگ وریشہ میں عظمت اسلام اور فرق ہائے باطلہ کی سرکوبی کا جذبہ موجزن تھا۔ موصوف اپنی نوعمری میں ہی بے بہا خوبیوں کے مالک تھے۔ اللہ تعالیٰ نے انہیں تعلیمی اور اصلاحی خوبیوں سے نوازا تھا۔ ماہ رمضان المبارک میں عمرہ کے لئے تشریف لے گئے۔ اچانک طبیعت مضمحل اور نڈھال ہونا شروع ہوئی۔ آناً فاناً جسم کی توانائی نے ساتھ چھوڑ دیا۔ واپس اپنے گھر تشریف لائے۔ ڈاکٹر اور اطباء حضرات نے جگر کا کینسر تشخیص کیا۔ پانچ سات روز زیر علاج رہے اور اپنے خالق حقیقی سے جا ملے۔ مولانا موصوف کا جنازہ بروز جمعہ عیدگاہ جامع مسجد بہاول پور میں شیخ الحدیث حضرت مولانا عبدالمجید صاحب باب العلوم کہروڑپکا والوں نے پڑھایا۔ جس میں ضلع بھر سے علماء کرام نے شرکت کی۔ انہیں قبرستان باقر شاہ میں اپنے والد کے پہلو میں سپرد خاک کیا گیا۔

اللہ تعالیٰ ان کی دینی اور ملی خدمات کو قبول فرمائیں۔ ادارہ جامعہ مدنیہ کی کفالت فرمائیں۔ مجلس کے اکابرین اور مبلغین موصوف کے جملہ اعزاء اکابر کے غم میں شریک ہیں۔

تعزیتی اجلاس

عالمی مجلس تحفظ ختم نبوت کوئٹہ کا ہنگامی تعزیتی اجلاس حضرت مولانا عبدالعزیز جتوئی کی صدارت میں منعقد ہوا۔ جس میں عالمی مجلس تحفظ ختم نبوت بلوچستان کے صوبائی نائب امیر سید حاجی شاہ محمد آغا کے چھوٹے بھائی ممتاز قبائلی راہنما حاجی پیر محمد آغا کی وفات پر گہرے رنج و غم کا اظہار کیا گیا۔ مرحوم کی پوری زندگی مذہبی وسماجی تحریکوں سے وابستہ رہی اور ہمیشہ علماء حق کا ساتھ دیتے رہے۔ مرحوم نے پسماندگان میں چار بیٹے اور تین بیٹیاں چھوڑی ہیں۔

اجلاس میں مولانا محمد عبداللہ مرحوم' قاری عبدالرحیم رحیمی' قاری عبدالرحمٰن' مولانا انوارالحق حقانی' مولانا محمد شفیع نیاز' مولانا قاری غلام حسین عباسی' مجلس کوئٹہ کے جنرل سیکرٹری حاجی تاج محمد فیروز' حاجی خلیل الرحمٰن' حاجی چوہدری محمد طفیل' حاجی نعمت اللہ خان' حاجی طارق محمود' حاجی عارف محمود بھٹی' حافظ محمد شریف' حافظ محمد حنیف' غلام یاسین آصف' حافظ خادم حسین گجر اور قاری منظور احمد تونسوی نے ان کی وفات پر اظہار تعزیت کرتے ہوئے مرحوم کی مغفرت اور پسماندگان کے لئے صبر جمیل کی دعا کی۔ مرحوم کے لئے جامع مسجد ضیاء القرآن گول مسجد نیو کوئٹہ میں قرآن خوانی کی گئی۔

حضرت مولانا مفتی منیر احمد طارق صاحب کو صدمہ

مجلس تحفظ ختم نبوت میر پور خاص کے روح رواں حضرت مولانا مفتی منیر احمد صاحب طارق کی صاحبزادی گزشتہ دنوں بقضائے الٰہی وفات پاگئی۔ حضرت مولانا مفتی صاحب کی پہلی اولاد تھی۔ اللہ تعالیٰ صاحبزادی کو والدین کے لئے ذریعہ بخشش بنائیں اور والدین کو صبر جمیل کی توفیق سے نوازیں۔ مجلس کے مرکزی اور مقامی راہنما مفتی صاحب کے اس غم میں برابر کے شریک ہیں اور ان کے لئے دعاگو ہیں۔ اللہ تعالیٰ اس صدمہ پر اجر جزیل عطا فرمائیں اور انہیں نیک اور صالح اولاد عطا فرمائیں۔

محترم جناب جاوید اقبال صاحب کو صدمہ

مجلس تحفظ ختم نبوت چیچہ وطنی کے معاون محترم جناب جاوید اقبال کی والدہ محترمہ ۲ فروری ۲۰۰۲ء بروز ہفتہ مختصر سی علالت کے بعد انتقال کر گئیں۔ اللہ تعالیٰ مرحومہ کی بال بال بخشش فرمائیں اور ان کے حسنات کو قبول فرمائیں اور انہیں جنت الفردوس نصیب فرمائیں۔

حلقہ چیچہ وطنی کے مبلغ حضرت مولانا عبدالحکیم نعمانی نے اکابرین کی نمائندگی کرتے ہوئے جنازہ میں شرکت کی۔ مجلس کے اکابر حضرت مولانا خواجہ خان محمد صاحب دامت برکاتہم' حضرت اقدس سید نفیس الحسینی شاہ صاحب دامت برکاتہم' حضرت مولانا عزیز الرحمٰن جالندھری اور حضرت مولانا اللہ وسایا صاحب تمام اہل خانہ کے اس غم میں برابر کے شریک ہیں۔

محترم جناب حافظ عبدالعزیز قائم خوانی کو صدمہ

مجلس تحفظ ختم نبوت جھڈو سندھ کے امیر محترم جناب حافظ عبدالعزیز صاحب قائم خوانی کی والدہ محترمہ گزشتہ ماہ انتقال فرماگئیں۔ انا للہ وانا الیہ راجعون ۰ مرحومہ بہت نیک سیرت' انتہائی صالحہ' بزرگ خاتون تھیں۔ مجلس کے مبلغ مولانا محمد علی صدیقی صاحب' جناب منور علی راجپوت' حافظ محمد شریف' حافظ عبدالعزیز کمبوہ نے جنازہ میں شرکت کی۔ اللہ تعالیٰ مرحومہ کی بخشش فرمائیں اور انہیں اپنی رحمت سے نوازیں۔

جناب حافظ محمد زبیر میمن صاحب کو صدمہ

مجلس تحفظ ختم نبوت ضلع بدین کے بزرگ راہنما جناب حافظ محمد زبیر میمن صاحب کی پھوپھی گزشتہ دنوں انتقال کر گئیں۔ حضرت مولانا محمد علی صدیقی' حضرت مولانا عبدالجبیر صاحب ہزاروی ٹنڈو غلام علی تشریف

لے گئے اور غم زدہ خاندان سے تعزیت کی۔ اللہ تعالیٰ مرحومہ کے حسنات قبول فرمائیں اور انہیں جنت الفردوس نصیب فرمائیں۔

حضرت مولانا محمود الحسن توحیدیؒ کا سانحہ ارتحال

حضرت مولانا محمود الحسن توحیدی مجاز بیعت حضرت مولانا فقیر محمد پشاوریؒ گزشتہ ماہ راولپنڈی میں انتقال فرماگئے۔ موصوف معروف عالم دین حضرت مولانا عبدالستار توحیدی کے صاحبزادے تھے۔ صاحب علم و فضل انتہائی ملنسار' دینی جذبہ سے سرشار' روایات علمائے دیوبند کے امین اور ترجمان تھے۔ اللہ تعالیٰ مرحوم کے درجات بلند فرمائیں اور ان کے حسنات کو قبول فرمائیں۔ مجلس کے اکابرین کی طرف سے تمام اعزاء اور اقارب کو تعزیت پیش خدمت ہے۔

قاری ظفر الحق صاحبؒ کا سانحہ ارتحال

شہداء مسجد شہید گنج سکھر کے خطیب قاری ظفر الحق ۵ مارچ بروز منگل انتقال کر گئے۔ قاری ظفر الحق صاحبؒ جامعہ خیر المدارس کے حضرت مولانا قاری رحیم بخش صاحبؒ کے شاگرد تھے۔ مرحوم منجھے ہوئے استاد تھے جن کے سینکڑوں شاگرد اندرون وبیرون ملک خدمت قرآن کا فریضہ سرانجام دے رہے ہیں۔ تقریباً بیس سال تک قرآن پاک کی تعلیم و تعلم میں مصروف رہے۔ ان کی نماز جنازہ میں ہزاروں مسلمانوں نے شرکت کی اور سکھر کی تاریخ میں ان کا جنازہ سب سے بڑا جنازہ تھا۔ ان کی وفات سے اہلیان سکھر ایک عظیم خادم قرآن کے وجود سے محروم ہوگئے۔ عالمی مجلس تحفظ ختم نبوت اور ادارہ لولاک ان کی وفات پر دست بدعا ہے کہ اللہ پاک مرحوم کی مغفرت فرمائیں۔ ان کے حسنات کو قبول فرمائیں اور انہیں اپنے جوار رحمت میں جگہ نصیب فرمائیں اور ان کے پسماندگان کو صبر جمیل کی توفیق دیں۔

بقیہ : سرگرمیاں

پروگرام ترتیب دیئے گئے۔ تمام مبلغین نے اپنے اپنے حلقہ کی تازہ ترین رپورٹ پیش کی اور پاکستان میں نئے سے نئے ابھرنے والے اسلام اور داعیان اسلام کے خلاف فتنے (جیسا کہ خاص طور پر منکرین حدیث گوہر شاہی جیسے شیطانی خیالات کے پھیلاؤ اور منکرین تقلید) کی روک تھام کے لئے حجیت حدیث' ضرورت تقلید اور اتباع سنت علماء اور صلحاء کی مجلس اور صحبتوں کی افادیت جیسے عنوانات پر تیاری کر کے درسوں میں ان کی اہمیت بیان کرنے کا طے کیا گیا۔ دو روزہ اجلاس مبلغین میں علماء کرام کے ۲۳ ذوالحجہ بروز جمعہ ملتان شہر کی اہم اہم مساجد میں تبلیغی خطابات رکھے گئے جن کا اہتمام جناب حاجی رانا محمد طفیل جاوید صاحب' جناب قاری محمد حفیظ اللہ صاحب اور جناب قاری محمد خادم حسین صاحب نے کیا۔

انا خاتم النبیین لانبی بعدی

میں آخری نبی ہوں میرے بعد کوئی نبی نہیں!

اداره

☆............ "عن ابی ہریرۃ قال قال رسول اللہﷺ فضلت علی الانبیاء بست . "

سرور کائنات ﷺ فرماتے ہیں۔ مجھے تمام انبیاء پر چھ چیزوں کی وجہ سے فضیلت دی گئی ہے

١............ "اعطیت جوا مع الکلم . "ترجمہ :...... میں جامع کلمات دیا گیا ہوں۔

٢............ "نصرت بالرعب . "ترجمہ :...... رعب کے ساتھ میری مدد کی گئی ہے۔

٣............ "احلت لی الغنائم . "ترجمہ :...... میرے لئے مال غنیمت حلال کر دیا گیا۔

٤............ "جعلت لی الا رض کلها مسجدا وطهوراً . "ترجمہ :...... میرے لئے تمام زمین مسجد اور پاکیزگی حاصل کرنے والی بنادی گئی۔

٥............ "ارسلت الی الخلق کافة . "ترجمہ :...... میں تمام مخلوق کا نبی بنا کر بھیجا گیا ہوں۔

٦............ "ختم بی النبیون . مسلم شریف "ترجمہ :...... مجھ پر انبیاء علیہم السلام کا سلسلہ ختم کر دیا گیا۔

☆............ "ان الرسالة والنبوة قد انقطعت فلا رسول ولا نبی بعدی . "

ترجمہ :...... رسالت اور نبوت ختم ہو چکی ہے۔ میرے بعد نہ کوئی رسول ہے اور نہ کوئی نبی۔

☆............ "عن ثوبانؓ قال قال رسول اللہ سیکون فی امتی ثلثون کذابون وفی البخاری دجالون کلهم یذعم انه نبی وانا خاتم النبیین لانبی بعدی . "

ترجمہ :...... حضرت ثوبانؓ روایت کرتے ہیں کہ نبی کریم ﷺ نے فرمایا ہے عنقریب میری امت میں تیس کذاب اور دجال پیدا ہوں گے۔ ان میں سے ہر ایک یہ دعویٰ کرے گا کہ میں نبی ہوں۔ حالانکہ میں خاتم النبیین ہوں اور میرے بعد کوئی نبی پیدا نہیں ہوگا۔

☆......☆......☆

احتساب قادیانیت

بحمدہ تعالیٰ! عالمی مجلس تحفظ ختم نبوت نے احتساب قادیانیت کے نام سے پانچ جلدوں میں مولانا لال حسین اخترؒ، مولانا محمد ادریس کاندھلویؒ، مولانا حبیب اللہ امرتسریؒ، حضرت مولانا سید محمد انور شاہ کشمیریؒ، حضرت مولانا محمد اشرف علی تھانویؒ، حضرت مولانا شبیر احمد عثمانیؒ، حضرت مولانا بدر عالم میرٹھیؒ، شیخ المشائخ حضرت مولانا محمد علی مونگیریؒ کے مجموعہ رسائل کو یکجا جمع کیا گیا۔ پانچوں جلدیں شائع ہو چکی ہیں۔

قارئین سے درخواست ہے کہ احتساب قادیانیت کے نام سے اس کتاب کی تمام جلدوں کو خرید کر اپنی لائبریریوں کی زینت بنائیں۔ اس سے انشاء اللہ امت مرحومہ کے تمام اکابرین کے رشحات قلم کا خزینہ آپ کے پاس جمع ہو جائے گا۔

اللہ تعالیٰ نے توفیق عنایت فرمائی تو امید ہے کہ یہ سلسلہ بیسوں جلدوں پر محیط ہو گا۔ صدیوں پہلے کا خزانہ نئے انداز میں مرتب ہو کر آپ کے قلوب و جگر کو جلاء بخشے گا۔

یہ کام تحریکی انداز میں آگے بڑھانے کا ہے۔ تمام رفقاء اس کی طرف توجہ فرمائیں۔ اللہ تعالیٰ ہم سب کو اس کی توفیق بخشیں۔

نوٹ: احتساب قادیانیت جلد اول کی قیمت -/100 روپے، جلد دوم -/100 روپے، جلد سوم -/100 روپے جلد چہارم -/100 روپے، جلد پنجم -/100 روپے۔ پورا سیٹ منگوانے پر ڈاک خرچ بذمہ دفتر ہو گا۔

رابطہ کیلئے دفتر مرکزیہ!

عالمی مجلس تحفظ ختم نبوت حضوری باغ روڈ ملتان، فون: 514122

نعت رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم

لب پر درود دل میں خیال رسولؐ ہے
اب میں ہوں اور کیف وصال رسولؐ ہے

دائم بہار گلشن آل رسولؐ ہے
سینچا گیا لہو سے نہال رسولؐ ہے

حسن حسنؓ کو دیکھ حسینؓ حسین کو دیکھ
دونوں میں جلوہ ریز جمال رسولؐ ہے

ابوبکرؓ ہوں عمرؓ ہوں وہ عثمانؓ ہوں یا علیؓ
چاروں سے آشکار کمال رسولؐ ہے

اسلام نے غلام کو بخشی ہیں عظمتیں
سردار مومنین بلال رسولؐ ہیں

سجدہ جو ہے شفاعت کبریٰ کے واسطے
امت کے حق میں حق سے سوال رسولؐ ہے

ہاں نقش پائے ختم رسل میرا تخت ہے
ہاں میرے سر کا تاج نعال رسولؐ ہے

جام جم اس کے سامنے کیا چیز ہے نفیسؔ
جس کو نصیب جام سفال رسولؐ ہے

شاہ نفیس الحسینی مدظلہ

Monthly Laulak Multan Regd. No. M-108

عالمی مجلس تحفظ ختم نبوت کے مرکزی دفتر ملتان میں یک روزہ سالانہ

ختم نبوت کانفرنس

یکم صفر ۱۴۲۳ھ مطابق ۱۵ اپریل ۲۰۰۲ء بروز پیر بعد نماز عشاء

بمقام جامع مسجد ختم نبوت ملتان

زیر سرپرستی

شیخ المشائخ حضرت مولانا

خواجہ خان محمد صاحب مدظلہ

زیر صدارت

پیر طریقت حضرت مولانا

سید نفیس الحسینی مدظلہ

مہمانان گرامی!

قائد جمعیت حضرت مولانا فضل الرحمٰن صاحب

حضرت مولانا عبدالستار تونسوی صاحب

حضرت مولانا سید عبدالمجید ندیم صاحب

حضرت مولانا ڈاکٹر عبدالرزاق اسکندر صاحب

حضرت مولانا شفیق الرحمٰن درخواستی صاحب

حضرت مولانا مفتی نظام الدین شامزئی

حضرت مولانا محمد عبداللہ صاحب بھکر

حضرت مولانا قاری محمد حنیف جالندھری

حضرت صاحبزادہ طارق محمود صاحب

حضرت مولانا عبدالغفور حقانی صاحب

حضرت مولانا عبدالبر محمد قاسم صاحب

حضرت مولانا مفتی محمد جمیل خان صاحب

حضرت مولانا بشیر احمد صاحب

حضرت مولانا خدا بخش شجاع آبادی

حضرت مولانا عبدالکریم ندیم صاحب

حضرت مولانا محمد اشرف صاحب مانکوٹ

حضرت مولانا محمد اسماعیل شجاع آبادی

حضرت مولانا محمد اکرم طوفانی صاحب

حضرت مولانا اللہ وسایا صاحب

حضرت مولانا احمد بخش صاحب

اہل اسلام سے جوق در جوق شرکت کی استدعا ہے!

شعبہ نشرو اشاعت! عالمی مجلس تحفظ ختم نبوت

حضوری باغ روڈ ملتان پاکستان

514122
583486
542277